ظہور اسلام وتزکیۂ حج

اسلام درحقیقت دین ابراہیمی کی حقیقت کی تکمیل تھا، اس لیے وہ ابتدا ہی سے اس حقیقت گم شدہ کی تجدید واحیاء میں مصروف ہوگیا، جس کا قالب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں نے تیار کیا تھا۔ اسلام کا مجموعہ عقائد وعبادات صرف توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے مرکب ہے، لیکن ان تمام ارکان میں حج ہی ایک ایسا رکن ہے جس سے اس تمام مجموعہ کی ہیئت ترکیبی مکمل ہوتی ہے اور یہ تمام ارکان اس کے اندر جمع ہوگئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو صرف خانۂ کعبہ ہی کے ساتھ معلق کردیا: ﴿اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (النمل:۹۱) مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے خدا کی عبادت کروں، جس نے اسے حرمت وعزت والا بنایا۔ سب کچھ اسی خدا کا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کے فرمانبرداروں میں سے رہوں۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے ہر موقع پر حج کے ساتھ اسلام کا ذکر بطور لازم وملزوم کے کیا: ﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ﴾ (سورہ حج:۳۴) اور ہر امت کے لیے ہم نے عبادات کا ایک طور طریقہ ٹھہرایا تھا کہ خدا نے انہیں جو چار پائے بخشے ہیں، ان کی قربانی کے وقت خدا کا نام لیں۔ پس تم سب کا خدا ایک ہی ہے، اسی کے تم سب فرمانبردار بن جاؤ اور خدا کے خاکسار بندوں کو حج کے ذریعے سے دین حق کی بشارت دو۔

(امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ، رسول رحمت، ص:۶۰۷-۶۰۸)

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

دو کلمے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ کلمتان حبیبتا ن الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم (صحیح بخاری ۷۵۶۳، باب قول اللہ تعالی ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ، کتاب التوحید والرد علی الجھمیۃ ...)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسندیدہ ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور میزان میں بھاری ہیں۔ وہ کلمات یہ ہیں "سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم"

تشریح: اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے پناہ رحمتوں اور وسعتوں کے کیا کہنے، جس نے کن فیکون کے ذریعہ یہ دنیا بنائی اور انسانوں کو اشرف المخلوقات بنا کر خیر الخطائین التوابون کی نجاتی سرٹیفکیٹ عطا فرمائی۔ ساتھ ہی دیگر مخلوقات کو بنو آدم کے لئے مسخر فرما دیا۔ اپنی رحمت کو اپنے غضب پر غالب کر دیا اور بندوں کے جسم وجان، قلوب واذہان، پاکیزگی اور فلٹریشن کے لئے آسان اور سہل طریقے متعین فرمائے، جس پر نہ عمل کرنے میں دقت ہے اور نہ ہی اسے زبان سے ادا کرنے میں پریشانی۔ آسان ہی آسان، رب تعالیٰ کی رحمت کاملہ کی ہی دلیل ہے کہ اس نے ایسے چھوٹے چھوٹے الفاظ بنائے جن کے ذریعہ انسان اپنے آپ کو ہمیشہ رب کے ذکر میں مشغول رکھے۔ اور اپنے درجات کی بلندی اور سیئات کے محو کا سبب بنے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے مجھے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہنا ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل کلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب کلام "سبحان اللہ وبحمدہ" ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں یا بندوں کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ (مسلم)

یہ سب اس امت پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کی نجات وکامیابی اور فوز وکامرانی کے لئے کسی مشکل وناممکن چیز کو معیار نہیں بنایا بلکہ اس کی اپنے بندوں سے حد درجہ محبت کی دلیل ہے کہ ایسے ایسے آسان اور ہلکے کلمات اس کی نجات کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: من قال حین یصبح وحین یمسی "سبحان اللہ وبحمدہ" مائۃ مرۃ لم یات أحد یوم القیامۃ بأفضل مما جاء بہ الا أحد قال مثل ما قال أو زاد علیہ، جس آدمی نے صبح وشام کو سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہا تو بروز قیامت کوئی بھی شخص اس سے زیادہ فضیلت والا عمل لے کر نہیں آئے گا سوائے اس شخص کے جس نے اس جیسا (کلمہ) پڑھا ہو، راوی کہتے ہیں کہ یا اس سے زیادہ پڑھا ہو۔

ایک حدیث میں یہاں تک آیا ہے کہ من قال سبحان اللہ وبحمدہ فی یوم مائۃ مرۃ حطت خطایاہ ولو کانت مثل زبد البحر اگر کوئی شخص ایک دن میں سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہتا ہے تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں گرچہ اس کی مقدار سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ بخاری شریف کی مذکورہ بالا حدیث میں بھی اسی طرف اشارہ ہے اور ان کلمات کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کیا گیا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو اپنی صحیح میں سب سے آخر میں ذکر کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مومن کے معاملات جو دنیا سے متعلق ہیں وہ سب وزن اعمال پر ختم ہوتے ہیں اور بروز قیامت انہی اعمال پر جنت ونار کا فیصلہ منحصر ہے اور اس کتاب کی ابتداء نیتوں والی حدیث سے کی اور انتہا وزن اعمال والی حدیث سے، کیونکہ اعمال کی کامیابی کا دارومدار نیت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام لوگ کو ان کلمات کی کثرت سے ورد کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اور بروز قیامت ہماری نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین وصلی اللہ علی نبینا محمد۔

☆☆☆

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
حج - اسلام کا ایک اہم رکن ۶
حج کے احکام ومسائل ۹
علوم الحدیث کی اہمیت وضرورت اور منہجیت ۱۱
شرم وحیاء - انسانیت کا بیش بہا زیور ۱۴
عمرے کے لیے جاتے ہوئے (نظم) ۱۸
اے مرد مسلماں (نظم) ۱۹
قیام امن میں علماء اہل حدیث کا کردار ۲۳
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز ۲۹
جماعتی خبریں ۳۰

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک
سالانہ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ۷/روپے
پاکستان ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

دینی مزاج بنانے پر محنت ہونی چاہیے

کسی بھی میدان یا شعبۂ حیات میں کامیابی کے لیے پوری توجہ اور انہماک پیدا کرنا از حد ضروری ہے۔ اس توجہ وانہماک کے لیے خاص مزاج بنانا ہوتا ہے اور پوری دل جمعی کے ساتھ جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ اور یہ من اور مزاج ایک دن میں نہیں بن جاتا بلکہ اس کے لیے پورے اخلاص اور تندہی کے ساتھ مسلسل محنت صرف کی جاتی ہے اور وسائل کا استعمال کیا جاتا ہے۔ دنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اور ادارے بلکہ قومیں اس کام کے لیے شب وروز کوششیں کرتی ہیں تب جاکر مطلوبہ کردار اور خصوصیات کے حامل افراد تیار ہوتے ہیں اور پھر یہ افراد اپنے میدان میں جو کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں جس کا ہم شب وروز مشاہدہ بھی کر رہے ہیں۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ روئے زمین پر صرف مسلمان ہی ایسی قوم ہے جو اس جانب توجہ نہیں دیتی اور نہ ہی اپنے ابناء نوع کے اندر دینی مزاج پیدا کرنے اور اسلامی شعور بیدار کرنے کے لیے محنت صرف کرنا ضروری سمجھتی ہے۔ جس کا خمیازہ آج پوری امت بھگت رہی ہے۔ اگر دینی مزاج بنانے پر محنت ہوتی تو ہم دیندار، ہمارا معاشرہ ایماندار اور ہماری دینی وایمانی بنیادیں پائیدار ہوگئی ہوتیں۔ وقت وحالات کے تھپیڑے ہمیں نہیں کھانے پڑتے، ہمارا وجود متزلزل ہوکر نہیں رہ جاتا اور نہ ہم سمندر کی جھاگ کی مانند بڑی آسانی سے تند وتیز موجوں کا شکار ہوجاتے، ہواؤں کے رخ پر ہمارے وجود کا قبلہ بدلتا نہ رہتا اور نہ ہی ہم اس کے رحم وکرم پر رہتے۔ یا اگر ہمارا مزاج دینی ہوتا اور ہماری محنت دین پر ہوتی اور ہمارا مقصد اگر دین کی خدمت ٹھہرتا تو ہمارا من اور مزاج اسی کا خوگر ہوتا۔ اگر ہماری فکر دینی ہوتی تو لامحالہ ہمارے عمل اور جدوجہد کا مرکز ومحور بھی دین ہی ہوتا۔ ہماری ساری جانفشانیاں، قربانیاں، کاوشیں اور کل تن من دھن سب اسی پر لگا ہوتا اور ہم اسی کا ہوکر رہتے، اسی کے لیے جیتے، جاگتے اور اسی کی خاطر بھاگتے، دوڑتے اور توانائیاں صرف کرتے اور حقیقی معنوں میں ”قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ“ (الانعام: ۱۶۲)

’’آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔‘‘ کی عملی تفسیر ہوتے۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی شئی ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ پھر ہمارا دین کیسے قائم رہ سکتا ہے۔؟ اور ہمارا ایمان اور دین رواجی اور تقلیدی ہی سہی کیوں کر بچایا جاسکتا ہے۔؟

اسی لیے آج ہمارا بچا کچھا رواجی وزبانی دین بھی معرض خطر میں ہے اور وہ بھی تیزی سے ہاتھ سے نکل رہا ہے۔ نہ اس کے لیے ہم وغم ہے نہ تگ ودو ہے، نہ وہ مطمح نظر اور مرکز توجہ والتفات ہے اور نہ ہماری زندگی کے مقاصد علیا میں اسے کہیں جگہ مل سکی ہے۔ حالانکہ آج یہاں نہ ماحول وسوسائٹی کا قانونی جبر ہے جیسا کہ بعض اسلامی ملکوں میں ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف جو کچھ ہمارے یہاں رائج ہے اس کے خاتمے اور تبدیلی کے لیے ہی کوششیں ہورہی ہیں اور غالباً ہم اپنے عمل وکردار، من اور مزاج کے حساب سے بھی اس سے دامن کش ہوتے جارہے ہیں۔ اس سب کے برعکس خواہشات نفسانی ہے کہ اس کا جادو سرچڑھ کر بول رہا ہے اور بسا اوقات بلکہ اکثر اوقات لگتا ہے کہ اس کا دین وشریعت سے ادنیٰ سروکار ہی نہیں ہے۔ ورنہ دوسروں کی کہاں مجال کہ ہمارے پرسنل معاملات میں دخل اندازی کرنے کی کبھی ہمت نہ کرسکنے والا ہمارے روح وایمان پرسنل لا ہی میں مداخلت کرنے لگے یا اس کی مخالفت پر اتارو ہوجائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے خود اسے بوجھ محسوس کیا اور اس کا تجربہ وتائید کرنے سے پہلے ہی اسے بھاری بوجھ اور دوراز کار اور حالات وظروف کے منافی قرار دے کر پھینک دیا۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ میراث کی شرعی تفہیم کو بوجھ سمجھ کر چھوڑ دیا، طلاق ونکاح کے سادہ، پیارے اور پائیدار اصولوں اور طریقوں سے ہٹ کر ہم نے منمانی اور بے ایمانی کی راہ اپنائی؟ پھر اس پر حملہ ہونے لگا اور ہم لاکھ جتن کے باوجود اس کو بچانے میں کامیاب وکامران کیا ہوتے اس کی رسوائی وپسپائی سے بھی اپنے آپ کو نہ بچاسکے۔ کیونکہ

من اپنا ہی پرانا پاپی ہے
اغیار پر تہمت کیا دھرتے

اگر ہمارا مزاج کچھ بھی دینی ہوتا تو دیگر تمام معاملات میں بھی ہماری کوشش دینی ہوتی، دین کے لیے سوچتے اور دین کے کاموں میں لگے رہتے، وہی ہمارا ہم وغم ہوتا جس طرح ہم نے دنیا میں اپنا دل لگایا ہے اور اس کے لیے کوشاں ہیں۔ کیا ہم یہ نہیں سوچتے کہ دنیا میں ہمارا رہن سہن بہتر سے بہتر ہو، پھر ہماری اولاد اس سے بہتر زندگی گزارے، ہماری اگر دنیاوی ترقی ہورہی ہے تو اور زیادہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوں۔؟ ہم جو کچھ کھاتے ہیں اور پہنتے ہیں اس سے بہتر ہمارا مستقبل ہو اور ہماری اولاد چاند ستاروں پر کمندیں ڈالتی رہے۔ ہم اور ہماری آل واولاد روز افزوں ترقی وتعمیر کی منازل طے کرتی رہے۔ آج اگر ہزاروں کی کمائی ہے تو کل لاکھوں میں کھیلنے لگیں۔ الغرض

بھرتا نہیں ہرگز کبھی شکم حریص

اور جیسا کہ دانائے سبل صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی بھی ہے: ’’**لو کان لابن آدم وادیان من مال لابتغی ثالثا ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب. (البخاری)**‘‘ ’’اگر بنو آدم کے پاس مال دولت کی دو وادیاں ہوں تو وہ چاہے گا کہ وہ مال ودولت کی تیسری وادی بھی مل جائے۔ بنو آدم کا پیٹ مٹی ہی سے بھرے گا‘‘۔

طول الأمل قصر العمر‘‘ کے ساتھ بڑھتے رہنے کا سلسلہ خاتمے پر منتج ہوتا ہے۔ اور **هل من مزید** کا نعرہ سرد پڑنے کے بجائے اور بلند سے بلند تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ آرزؤں اور تمناؤں کی دنیا تو اس سے بھی طویل ترین ہے جس کی کوئی سرحد وسیما نہیں ہے تا آنکہ انسان خود مٹی میں ملا دیا جائے اور اسی دھن میں اس کا کام تمام ہوجائے اور سارے نقش ناتمام رہ جائیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ’’أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ‘‘ (التکاثر:۱-۲) ’’مال واولاد کی زیادتی کی چاہت نے تمہیں غافل کردیا یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے‘‘۔

آج اگر ہمارے اسلاف کی طرح ہمارا مزاج بھی دینی ہوتا تو ہم دین کی جس تعلیم پر جس قدر بھی عمل پیرا ہیں فکر مند ہوتے اور انتہائی درجے کوشش کرتے کہ اس میں اور اضافہ ہو۔ اگر نمازی ہیں تو ہماری نمازیں اور اچھی ہوں اور فرائض کی پابندی ہورہی ہے تو نوافل کی کثرت ہونے لگے، خشوع وخضوع کی کیفیت، ذکر واذکار کی کثرت اور اس میں محویت اور لذت کو دوبالا اور اس

حقیقی نشہ کو دوآتشہ کرنے کے لیے ہم اتنا بے چین رہنے لگتے کہ کیا کوئی مالدار و دنیا دار اپنا مال و دولت بڑھانے کے لیے سرگرداں ہوتا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ دنیا کی محبت اور اس کی لذت عارضی اور خیالی ہے جب کہ آخرت اور دین کی محبت پائیدار اور جاندار ہے۔

” وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ“ (البقرہ:۱۶۵)۔”اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں“۔اس کی واضح دلیل ہے۔

یوں بھی دنیا کی محبت عارضی اور زوال پذیر ہے اور فانی بھی۔ دنیا کے بڑے سے بڑے مالدار و دنیا دار کو دیکھ جاؤ! تمہیں صاف نظر آئے گا کہ دنیا میں مکمل مشغول ومنہمک اور مدغم ہونے کے باوجود بھی اس سے دور ونفور ہونے لگے ہیں اور مجبور ہو کر ہی سہی اس سے اس کی محبت ہرن ہونے لگی ہے اور اب بیحد ملول خاطر رنجیدہ دل ہو رہے ہیں۔ ”يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ“ (الزمر:۵۶)”افسوس اس بات پر کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی کی“ کے آہ وافسوس سے پہلے ہی غم واندوہ میں ڈوب گئے ہیں۔ قارون وہامان، فرعون اور تمام محبان دنیا وطالبان متاع غرور کا یہی مآل و انجام رہا ہے۔ ع

قاروں ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت

یہ تو وہ لوگ ہیں جن کو ہم دنیا داروں کی فہرست میں سرورق ثبت کرتے رہے ہیں، جو دنیا طلبی میں لگے رہے تا آنکہ موت نے ان کو اپنے مضبوط پنجے میں جکڑ لیا۔ مگر ہم دین داروں کا حال واحوال بھی یہ سب کچھ جاننے کے باوجود کہ ع

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

اس سے الگ نہیں ہے۔ ہم دنیا کی محبت میں غرق ہیں اور آخرت کی گویا کوئی فکر نہیں ہے۔ ورنہ ہم بھی ہر وقت اور ہر لحہ فکر آخرت میں سرگرداں رہتے اور کوئی لمحہ اس کی یاد، اس کے ذکر فکر اور عبادت میں گزارنے سے خالی نہ ہوتا۔ بلکہ ہمیں یہ فکر دامن گیر ہوتی کہ اس آقا و مولا کا کچھ حق ادا نہ ہوا۔ اور اس لیے بھی کہ ہماری تخلیق اور اس دنیا میں بھیجے جانے کا صرف اور صرف ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے اللہ رب العزت کی عبادت و بندگی۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:۵۶) میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔

اور اس لیے بھی کہ کامیابی وکامرانی دینداروں، اللہ والوں اور اللہ کے لیے محبت کرنے والوں کے لیے ہی ہے۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (الاعراف:۱۲۸) اور اخیر کامیابی انہیں کی ہوتی ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا (الاسراء:۱۸-۱۹) جس کا ارادہ صرف اس جلدی والی دنیا (فوری فائدہ) کا ہی ہو۔ اسے ہم یہاں جس قدر جس کے لیے چاہیں سردست دیتے ہیں۔ پھر بالآخر اس کے لیے جہنم مقرر کر دیتے ہیں جہاں وہ برے حالوں دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔ اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو اور جیسی کوشش اس کے لیے ہونی چاہیے وہ کرتا بھی ہو اور وہ باایمان بھی ہو، پس یہی لوگ ہیں جن کی کوششوں کی اللہ کے یہاں پوری قدردانی کی جائے گی۔

اس لیے اس جہان فانی کے بجائے اس ابدی دنیا کی فکر کرنی چاہئے جس کا عیش ونشاط اور راحت وآرام ہی حقیقی ودائمی ہے اور جس کے بناؤ سنگھار، پلانٹیشن اور کاشت اور تعمیر وشجرکاری کے لیے یہ دنیا بنائی گئی ہے۔ ”الدنیا مزرعة الآخرة“ اخروی زندگی کو باغ وبہار بنانے کے لیے من اور مزاج بنانا ہوگا اور کوشش بھی صرف کرنی ہوگی۔ اور جب ہم اس حوالے سے اچھا سے بہترین کا سفر کرنا شروع کر دیں گے اور دین وشریعت پر مضبوطی و پابندی کے ساتھ گامزن ہو جائیں گے تو پھر کسی کو اس میں ٹانگ اڑانے اور مداخلت کا موقع نہیں مل پائے گا اور دین پر عمل کی برکت سے پرسنل لاء بھی محفوظ ہو جائے گا اور ملت بھی پوری طرح محفوظ ہو جائے گی۔

☆......☆

حج - اسلام کا ایک اہم رکن

مولانا محمد امین اثری

قال رسول الله ﷺ من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه (بخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کے لئے حج کیا اور اس دوران اس نے نہ تو کوئی شہوانی حرکت کی، نہ کوئی نافرمانی کی، وہ جب حج کر کے لوٹتا ہے تو ایسا (پاک) ہو جاتا ہے گویا آج ہی پیدا ہوا ہے۔

تشریح: حج اسلام کے ان پانچ ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے، جن پر اسلام کی بنیاد قائم ہے، اور اسی لئے انھیں ارکان اسلام کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

(۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوۃ دینا (۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) اللہ کے گھر کا حج کرنا، اگر وہاں جانے کی استطاعت ہو۔ اور قرآن مجید میں ہے کہ لوگوں پر اللہ کے لئے اللہ کے گھر کا حج فرض ہے ان لوگوں پر جو بیت اللہ جانے کی استطاعت رکھتے ہوں۔

حج کی دیگر چار ارکان کے ساتھ اسلام میں اس قدر اہمیت ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے انھیں عین اسلام قرار دیا۔ سوال کرنے والے نے آپ سے پوچھا، اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر طاقت رکھتے ہو، تو بیت اللہ کا حج کرو۔"

حضور ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان ان پانچوں چیزوں کا حق ادا کر دے تو اس کی زندگی اسلام کے سانچے میں ڈھل جائے گی اور وہ اللہ کی بندگی کا عمدہ نمونہ بن جائے گا۔

"حج" کے لغوی معنی زیارت کا ارادہ کرنے کے ہیں۔ شریعت کی زبان میں حج کی عبادت کو حج اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں انسان کعبہ کی زیارت کا ارادہ کرتا ہے اور انسان کعبہ کے سامنے کھڑا ہو کر ایسا محسوس کرتا ہے کہ گویا وہ خود کعبہ کے رب کے سامنے کھڑا ہے۔ طواف اسی حقیقت کا مظہر ہے کہ بندہ اپنے رب کو پا کر پروانہ وار اس کے گرد گھوم رہا ہے اور اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ اس کی پوری زندگی اسی طرح اللہ کی رضا جوئی اور اس کی محبت کے گرد گھومے گی۔ جب وہ ملتزم کو پکڑ کر دعاء کرتا ہے تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے گویا اسے اپنے آقا کا دامن ہاتھ آ گیا ہے جس سے وہ بیتابانہ لپٹ گیا ہے، اور اپنی ساری بات اس سے کہہ دینا چاہتا ہے۔ جب وہ حجر اسود کو چومتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں خدا کا ہاتھ آ گیا ہے، جسے چوم کر وہ اس سے اس کی بندگی اور رضا جوئی کی بیعت کر رہا ہے اور جب وہ صفا مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو اس بات کا عملی اعلان کرتا ہے کہ وہ اسی طرح اللہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو اس بات کا عملی اعلان کرتا ہے کہ وہ اسی طرح اللہ کا احکام کی بجا آوری اور اس کے دین کی دعوت واقامت کی راہ میں زندگی بھر دوڑ دھوپ کرے گا اور جب وہ عرفات کے لق ودق میدان میں اللہ کے حضور توبہ واستغفار کرتا یہ اور اس سے عہد بندگی کرتا ہے اور رو رو کر اس سے دعائیں مانگتا ہے تو وہ اس حقیقت کو اپنے دل ودماغ میں اتارتا ہے کہ اس کے خدا کا کسی سمت اور کسی جگہ سے تعلق نہیں ہے اور اسے ہر جگہ ہر آن میں اس کی بندگی میں سرگرم عمل ہونا چاہیے۔

"حج" کی یہ خصوصیت اس لئے ہے کہ اس کے ادا کرنے کی جگہ ایک ایسا مقام ہے جس کو خدا کے عظیم داعی سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید اور دینی دعوت کا مرکز بنایا تھا، جہاں اسلام کی تاریخ ثبت ہے، جس کے ہر طرف اس اسلامی انقلاب کے آثار پھیلے ہوئے ہیں، جو خاتم النبیین ﷺ کی رہنمائی میں چھٹی صدی عیسوی میں واقع ہوا تھا ان چیزوں نے دیار حرم کو غیر معمولی اہمیت دے دی ہے، وہاں ایک قسم کا تاریخی اور نفسیاتی اور دینی ماحول بن گیا ہے۔ جو شخص بھی وہاں جاتا ہے بغیر متاثر ہوئے نہیں رہتا۔

حج کو اسلامی عبادات میں ہمیشہ سے ایک غیر معمولی اہمیت رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جس شخص نے اللہ کے لئے حج کیا اور اس دوران نہ تو کوئی شہوانی حرکت کی نہ (اللہ کی) نافرمانی کا ارتکاب کیا، وہ حج کر کے لوٹتا ہے تو ایسا ہوتا ہے گویا آج ہی پیدا ہوا ہے، یعنی گناہ سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔

"حج" ہر اس بالغ مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہے، جو مکہ معظمہ تک آنے جانے کی قدرت رکھتا ہو۔ اگر کوئی شخص قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتا تو وہ اپنے مسلمان ہونے کو جھٹلاتا ہے۔ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جسے کسی بیماری نے یا واقعی ضرورت نے یا کسی ظالم حکمراں نے روک نہ لیا ہو، اور اس کے

باوجود وہ حج نہ کرے تو چاہے وہ یہودی مرجائے، چاہے نصرانی۔ اس کے برخلاف اس شخص کے بارے میں جس نے فریضہ کو صحیح طریقہ سے ادا کرلیا، فرمایا گیا کہ ''حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں'' رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا ''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان۔'' سوال کیا گیا پھر کون سا عمل بہتر ہے؟ فرمایا ''جہاد فی سبیل اللہ'' پوچھا گیا پھر کون سا عمل بہتر ہے؟ فرمایا ''حج''۔

''حج مبرور'' اس حج کو کہتے ہیں، جسے حج کی حقیقت، حج کی روح اور حج کے ظاہری وباطنی محاسن وآداب کو پوری طرح ملحوظ رکھتے ہوئے ادا کیا گیا ہو اور اس طرح اس کا حق ادا کر دیا گیا ہو۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے حضور نے فرمایا اے عمروؓ کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام اپنے سے قبل کے گناہوں کو ڈھادیتا ہے، ہجرت اپنے سے قبل کے گناہوں ڈھادیتی ہے اور حج اپنے قبل کے گناہوں کو ڈھادیتا ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے پوچھا ''اے اللہ کے رسول ﷺ ہم جہاد کو سب اعمال سے افضل خیال کرتے ہیں، تو کیا ہم (عورتیں) جہاد نہ کریں؟ آپ نے جواب میں فرمایا ''تم عورتوں کے لئے بہترین جہاد حج مبرور ہے۔''

عرفہ کے دن کی جو حج کا سب سے اہم دن ہوتا ہے، فضیلت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عرفہ کے دن سے زیادہ اللہ تعالیٰ کسی روز اپنے بندوں کو دوزخ سے رہا نہیں فرماتا وہ (اس روز اپنے بندوں سے زیادہ) قریب ہوتا ہے۔ پھر فرشتوں سے ان کا ذکر مفاخرت کے طور پر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ (دیکھو) یہ (بندے) چاہتے کیا ہیں؟

حج کی یہ اہمیت اپنی روح کے اعتبار سے ہے نہ کہ مظاہرے کے اعتبار سے۔ دوسرے لفظوں میں محض دیار حرم میں جا کر لوٹ آنے کا نام حج نہیں ہے، بلکہ ان کیفیات کے حصول کا نام ہے، جس کے لئے یہ فریضہ مقرر کیا گیا ہے۔ یعنی مومن شرک کے ہر شائبہ سے پاک ہو کر اللہ کا موحد بندہ بنے اور اس کی پرستش، اس کی نیاز مندی، اس کی دعائیں، اس کا توکل، اس کی خشیت، اس کی محبت اور اس کی بندگی واطاعت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شرک کے سب سے بڑے دشمن اور توحید کے سب سے بڑے داعی تھے اور انہوں نے اللہ کے حکم سے خانہ کعبہ کی تعمیر اسی لئے کی تھی کہ وہ اللہ کی توحید کا مرکز بنے اور حج کا فریضہ اسی لئے عائد کیا گیا تھا کہ لوگ ہر سال خانہ کعبہ آ کر توحید کا سبق حاصل کریں۔ قرآن مجید میں ہے کہ

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (الحج:۲۶)

اس واقعہ کو یاد کرو کہ جب ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنے گھر کی جگہ (تعمیر کے لئے) مقرر فرمادی تھی، اس پیغام کے ساتھ کہ میرے ساتھ کسی شئے کو شریک نہ بنانا اور میرے گھر کو شرک اور ہر طرح کی گندگیوں سے پاک رکھنا، طواف کرنے والوں کے لئے خانہ کعبہ میں ٹھہرنے والوں کے لئے اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے۔

(۲) مرد مومن اللہ کی بندگی اور اس کے دین کے لئے یکسو ہو جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری اہم ترین صفت قرآن مجید نے یہ بیان کی ہے کہ وہ ہر طرف سے کٹ کر اللہ کی بندگی اور اس کے دین کی پیروی کے لئے یکسو ہو گئے تھے۔ حج کے دوران مرد مومن عملاً یہی رویہ اختیار کرتا ہے۔ وہ اپنے بال بچوں، اپنے گھر، اپنے کاروبار اور اپنے تمام مشاغل کو چھوڑ کر ایک مدت کے لئے اللہ کی بندگی کے لئے یکسو ہو جاتا ہے۔ یہ اسی حقیقت کو یاد دلانے کے لئے ہے کہ مرد مومن کو اپنی پوری زندگی میں اللہ تعالیٰ کی بندگی واطاعت کے لئے یکسو ہو جانا چاہیے اور اسے اپنی خواہشات نفس، برادری کے رسم ورواج اور دنیا کے طور وطریق کی پیروی کے بجائے اللہ کے قانون کی پیروی کرنا چاہیے، حج کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں ہے کہ:

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ (الحج:۳۱)

یہ لوگ اللہ کی بندگی کے لئے یکسو ہوتے ہیں اور ان کا دامن شرک کے ہر دھبہ سے پاک ہوتا ہے۔

(۳) **اللہ کی راہ میں ایثار وقربانی**: حج کا سفر اللہ کے لئے مشقتیں جھیلنے، زحمتیں اٹھانے اور مال ودولت خرچ کرنے کا سفر ہے، اس سفر میں راحت وآرام رخصت ہو جاتا ہے، عادتیں چھوٹ جاتی ہیں۔ مستقل طور پر ایک جگہ قیام کرنے کے بجائے آج یہاں کل وہاں کوچ کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور بے شمار صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ سب اسی لئے کہ مرد مومن کو یہ بات یاد آئے کہ اسے اسی طرح اللہ کے دین کی پیروی اور اس کے دین کی دعوت واقامت کے لئے وقت اور مال ودولت کی قربانی کرنی چاہیے، راحت وآرام تج دینا چاہیے اور خطرات ومصائب کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ حج میں حج کے ذکر کے فوراً بعد جہاد کا تذکرہ اور حکم ہے اور نبی ﷺ نے حج کو عورتوں کے لئے جہاد کا قائم مقام قرار دیا۔ دیار حرم جا کر اگر حاجیوں کو یہ بات یاد آجائے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے بڑھاپے میں اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کرنے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی جان کی قربانی دینے پر آمادہ ہو گئے تھے اور ان

دونوں باپ بیٹوں کی پوری زندگی اللہ کی راہ میں عظیم قربانیوں کی زندگی تھی۔ اور یہ بات یاد آجائے کہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ﷺ اور ان کے مقدس ساتھیوں نے بے پناہ خطرات ومصائب میں پڑ کر اور عظیم قربانیاں دے کر خانہ کعبہ دیا۔ عرب اور متمدن دنیا کے بہت بڑے حصے کو شرک وکفر سے پاک کیا تھا اور اپنا خون بہا کر اور اپنی دولت لٹا کر اسلام کے درخت کی آبیاری کی تھی تو دیار حرم سے یہ جذبہ لے کر لوٹے کہ وہ بھی ان مقدس نفوس کے نقش قدم کی پیروی میں اللہ کے دین کی اتباع اور اس کی دعوت واقامت کی راہ میں ہر طرح کے خطرات ومصائب کا خیر مقدم کریں گے۔ وقت اور جان ومال ہر چیز کی قربانی دیں گے۔ انسانی حقوق ادا کریں گے، خانہ کعبہ جس طرح توحید کا مرکز ہے، ٹھیک اسی طرح انسانی حقوق کے تحفظ کا مرکز ہے۔ اسے دنیا میں امن وامان کا مرکز بنایا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ:

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا (البقرہ:۱۲۵) اور اس حقیقت کو یاد کرو کہ ہم نے اپنے گھر کو انسانوں کا مرکز اور موجب امن بنایا۔

یہی وجہ ہے کہ خانہ کعبہ کے آس پاس میلوں تک جنگ ممنوع ہے اور انسان ہی نہیں حیوانات اور نباتات تک کو تحفظ بخشا گیا اور ایام حج یعنی شوال، ذیقعدہ، ذی الحجہ، ان تینوں مہینوں میں جنگ ممنوع قرار دے دی گئی۔ اور حج کی حقیقت میں یہ بات داخل کر دی گئی ہے کہ جس طرح حج کے دوران مرد مومن شہوانی باتوں سے بچے گا، گناہوں سے اجتناب کرے گا۔ اسی طرح وہ انسانی حقوق کا پورا پورا لحاظ رکھے گا اور حق تلفی اور جھگڑے فساد سے انتہائی پرہیز کرے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَ لاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ (البقرہ:۱۹۷)

جو شخص ان مہینوں میں حج کی ادائیگی کا ارادہ کرے تو اسے نہ شہوانی بات کرنی چاہیے، نہ نافرمانی کا کوئی کام کرنا چاہیے۔ اور نہ حج کے دوران کوئی جھگڑا کرنا چاہیے۔

نبی ﷺ نے بھی اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ ”اللہ حج کے دوران چھوٹی موٹی غلطیوں کو معاف کر دے گا اور حج کو قبول فرمائے گا، بشرطیکہ حاجی نے کسی مسلمان کی آبرو پر کوئی حملہ نہ کیا ہو۔ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر دین کے بنیادی احکام کو واضح کرتے ہوئے اور امت مسلمہ کو آخری نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ”اے مسلمانو! مسلمانوں کی جان، مال، آبرو تم پر اسی طرح حرام ہے جیسے یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں ہے۔“

(۴) **اجتماعیت**: اسلام نے مسلمانوں کو ایک امت بنایا ہے اور حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کے دین کی بنیاد پر متحد ومتفق ہو جائیں۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران:۱۰۳)

اللہ کی رسی کو اکٹھا ہو کر پکڑ لو اور متفرق نہ ہو جاؤ۔

اس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ مسلمان حکام کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے، بشرطیکہ وہ اللہ کے دین کو قائم اور غالب کریں۔ قرآن مجید میں ہے:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء:۵۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اولی الامر کی اطاعت کرو۔

مسلمانوں میں دین کی بنیاد پر اتحاد واتفاق پیدا کرنے کے لئے اسلام نے عبادات کو بھی اجتماعی طور پر ادا کرنے کا حکم دیا۔

نماز مسجد میں امام کے پیچھے ادا کی جائے گی اور جملہ حرکات وسکنات میں امام کی مکمل اطاعت کی جائے گی۔ روزے رمضان کے مہینے میں مل جل کر رکھے جائیں گے۔ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہوگی اور نظم وضبط کے ساتھ صرف کی جائے گی۔ اسی طرح حج میں پوری دنیا سے مسلمان توحید کے مرکز خانہ کعبہ میں اکٹھا ہوتے ہیں اور مل جل کر عبادات بجالاتے ہیں۔ ان لوگوں میں ہر نسل ہر قوم، ہر ملک، ہر زبان اور ہر معیشت کے لوگ ہوتے ہیں۔ یہ سب ایک ہی لباس میں ایک ساتھ حج کے مراسم ادا کرتے ہیں۔ یہ اسی لئے کہ انھیں یاد آجائے کہ خدا کی بندگی کے مرکز پر اکٹھا ہو کر ایک امت بن جانا ہے اور متحد ومتفق ہو کر اللہ کی بندگی کے تقاضے پورے کرنے ہیں۔ کاش ہم حج سے یہ سبق سیکھ سکتے۔

مکتبہ ترجمان کی
نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	26/-
چمن اسلام اول	20/-
چمن اسلام دوم	26/-
چمن اسلام سوم	28/-
چمن اسلام چہارم	28/-
چمن اسلام پنجم	35/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	163/-

حج کے احکام ومسائل

تحریر: عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز
ترجمہ: شمیم احمد خلیل السّلفی

اہل علمؒ نے حج کی تین قسمیں بتائی ہیں اور ان سب کا ذکر صحیح احادیث نبویہ ﷺ میں وارد ہے۔

۱۔حج تمتع: حج کرنے والا میقات سے صرف عمرہ کی نیت کرے اور ''**اللھم لبیک عمرة**'' یا ''**لبیک عمرة**'' کہہ کر تلبیہ پکارنا شروع کرے۔اس سے قبل اسے درج ذیل کاموں سے فارغ ہو جانا چاہیے: ● اگر ناخن بڑھے ہوں تو تراش لے اور مونچھیں لمبی ہوں تو کاٹ لے اور زیر ناف وبغل کے بال صاف کرلے اور غسل کر لے اور جسم پر خوشبو لگا لے۔ یہ سب امور مستحب وافضل ہیں۔ پھر مرد ہے تو سلے ہوئے کپڑے اتار دے اور احرام کی صرف دو چادریں پہن لے۔ایک کو تہبند اور دوسری کو کندھے میں ڈال لے۔ ● عورتوں کے لیے احرام کے تعلق سے کوئی خاص کپڑا نہیں ہے بلکہ وہ جس کپڑے میں بھی چاہے احرام باندھ سکتی ہے۔لیکن افضل ہے کہ کوئی ایسا کپڑا نہ پہنے جو خوبصورت اور جاذب نظر اور دیکھنے والوں کے لیے باعث فتنہ ہو۔

احرام باندھتے وقت مرد یا عورت ''**اللھم لبیک عمرة**'' کہنے کے بعد اگر یہ کہہ لے ''**فان حبسنی حابس فمحلی حیث حبسنی**'' یعنی اگر دوران احرام کوئی عذر مجھے پیش آ گیا تو جس جگہ عذر پیش آئے گا وہیں حلال ہو جاؤں گا'' تو کوئی حرج نہیں ہے۔اسی طرح یہ الفاظ ادا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ''**فتقبلھا منی**'' اے اللہ اسے مجھ سے قبول کرلے' یا ''**أعنی علی تمامھا و کمالھا**'' یعنی 'اے اللہ میری مدد فرما اس کی بہترین اور مکمل ادائیگی پر'۔

اگر محرم نے مشروط احرام باندھا ہے یعنی یہ کہا ہے کہ 'اگر دوران احرام کوئی عذر مجھے پیش آ گیا تو جس جگہ عذر پیش آئے گا حلال ہو جاؤں گا' پھر کوئی عذر پیش آ گیا جو اتمام سے مانع ہے تو وہ وہیں احرام کھول کر حلال ہو جائے گا۔اور اس شرط کے بعد اس پر کوئی فدیہ وغیرہ واجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ اللہ کے رسول ﷺ میں بیمار ہوں تو آپ نے فرمایا: ''**حجی واشترطی ان محلی حیث حبسنی**'' (البخاری/النکاح/۱۵(۵۰۸۹)،مسلم/الحج/۱۵/۱۲۰۷) ''تم حج کی نیت کرو اور شرط لگا لو کہ میں وہیں حلال ہو جاؤں گی جہاں کوئی عذر پیش آئے گا''۔

چنانچہ عورت اگر عمرہ کرنا چاہتی ہو اور احرام باندھتے وقت یہ شرط لگائے پھر اسے حیض آ جائے اور پاک ہونے تک رکنا اور مکہ میں قیام کرنا ممکن نہ ہو، مثلا اس کے ساتھی اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہ ہوں تو ایسی صورت میں اس کے حلال ہونے کا یہ معتبر عذر ہے۔ یا اسی طرح محرم کو کوئی مرض لاحق ہو جائے یا اور کوئی حادثہ پیش آ جائے جس کی وجہ سے وہ عمرہ نہ کر سکے تو مشروط احرام کی صورت میں اسے حلال ہو جانا شرعا جائز ہے۔اور یہی مذکورہ حکم حج کا بھی ہے۔

۲۔حجِ افراد: حج کرنے والا میقات سے صرف حج کی نیت کرے اور ان الفاظ میں تلبیہ پکارنا شروع کرے ''**اللھم لبیک حجا**'' یا ''**لبیک حجا**'' البتہ یہ ان تمام مشروعہ کاموں سے فارغ ہونے کے بعد کرے جس کا ذکر پہلی قسم میں ہو چکا ہے، یعنی غسل کرلے، خوشبو لگا لے، سلا ہوا کپڑا اتار دے وغیرہ وغیرہ۔غرض کہ اس بارے میں حج کا وہی حکم ہے جو عمرہ کا ہے کہ مسلمان مرد وخواتین احرام باندھنے سے پہلے ان امور سے فارغ ہولیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مشروع کیا ہے۔مثلاً غسل کرنا، خوشبو لگانا اور دیگر امور جن کی ضرورت احرام کے وقت مرد وخواتین کو پیش آتی ہے اور ضرورت کے پیش نظر اگر حج کرنے والا یہ شرط لگا دے ''**حبسنی حابس فمحلی حیث حبسنی**'' تو یہ جائز ہے، کیونکہ عمرہ کی طرح حج کے لیے بھی مشروط احرام مشروع ہے۔

احرام کا میقات سے باندھنا واجب ہے۔بغیر احرام کے میقات کو تجاوز نہیں کر سکتا۔چنانچہ اگر وہ نجد، طائف یا مشرق کے اور دیگر علاقوں سے آ رہا ہو تو اسے طائف کی میقات سیل کبیر (وادی قرن) سے احرام باندھنا ہوگا۔اگر میقات سے پہلے باندھ لیا تو کام چل جائے گا، لیکن افضلیت کی خلاف ورزی ہوگی۔ کیونکہ میقات پر پہونچ کر ہی احرام باندھنا سنت ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے میقات پر پہونچ کر ہی احرام باندھا تھا۔پس جب آدمی میقات پر پہونچے تو احرام باندھے۔اگر انسان میقات سے قبل اپنے گھر یا راستہ میں غسل کرے، خوشبو لگائے اور دیگر مشروع کام مثلا مونچھ کترنے، ناخن کاٹنے اور بغل وزیر ناف بالوں کی صفائی سے فارغ ہو لے اور میقات پر پہونچ کر احرام باندھے تو کافی ہوگا، بشرط یہ کہ احرام باندھنے کا وقت قریب ہو۔

جمہور علماء کی رائے یہ بھی ہے کہ یہاں احرام باندھنے سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا بھی مستحب ہے، اور ان کی دلیل آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''**اتانی آت من ربی و قال: صل فی ھذا الوادی المبارک و قل: عمرة فی حجة**'' (البخاری/الحج/۱۶/۱۵۳۶) یہ نماز احرام کی نہ تھی بلکہ وادی عتیق کی مناسبت سے تھی جو ایک بابرکت وادی ہے) میرے رب کی طرف سے ایک فرستادہ آیا اور کہا اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور کہو حج کے ساتھ عمرہ بھی''۔ یہ واقعہ وادی ذوالحلیفہ کا ہے۔اور چونکہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھا تھا

(مسلم رحج ر۳۲ (۱۲۴۳) جس سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد احرام باندھنا افضل ہے اور یہ بہترین رائے ہے۔لیکن یاد رہے کہ احرام کی نماز کی مشروعیت کے بارے میں کوئی واضح نص یا صحیح حدیث وارد نہیں ہے۔لہٰذا اگر کسی نے ایسا کر لیا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔اسی طرح اگر کسی نے شریعت کے مطابق وضو کیا اور دو رکعت تحیۃ الوضوادا کی تو وہ بھی احرام کے لیے کافی ہوں گی۔

۳۔حج قران: تیسری قسم یہ ہے کہ حج اور عمرہ کی اکٹھا نیت کی جائے اور ''اللھم لبیک عمرۃ وحجا'' یا''حجا و عمرۃ'' کہہ کر تلبیہ شروع کیا جائے۔یا میقات پر عمرہ کا تلبیہ پکارے پھر راستہ میں حج کو شامل کرتے ہوئے اس کا تلبیہ بھی پکارے، بشرط کہ یہ نیت طواف کعبہ سے پہلے ہو۔اس تیسری قسم کو حج قران کہا جاتا ہے۔یعنی حج وعمرہ کو ایک ساتھ ادا کرنا۔نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر قران کا احرام باندھتے ہوئے حج وعمرہ کا تلبیہ ایک ساتھ پکارا تھا۔جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ (مسلم رالحج ر۳۴ (۱۲۵۱) اور ابن عمر رضی اللہ عنہما (مسلم رالحج ر۲۶ (۱۲۳۰) وغیرہ سے ثابت ہے۔آپ ﷺ اپنے ساتھ ''ھدی'' کے جانور لے کر آئے تھے اور جو آدمی ہدی کا جانور ساتھ لے کر نہ آئے تو اس کے لیے حج تمتع بہتر ہے، یعنی عمرہ سے فراغت کے بعد حلال ہو جائے اور پھر دوبارہ حج کا احرام باندھے۔آپ ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو طواف کعبہ اور صفا، مروہ کی سعی سے فراغت کے بعد آپ نے صحابہ کو جنہوں نے قران یا افراد کی نیت کی تھی، انہیں حکم دیا کہ وہ عمرہ کر کے حلال ہو جائیں۔چنانچہ انہوں نے طواف کیا، صفا اور مروہ کی سعی کی، بالوں کو کٹوایا اور حلال ہو گئے۔(البخاری رالحج ر۳۴ (۱۵۶۱)، مسلم رالحج ر۱۷ (۱۲۱۱) اس سے معلوم ہوا کہ تمتع افضل ہے۔اور حج قران و حج تمتع کرنے والے اگر اپنے احرام کو عمرہ سے بدل دیں تو وہ دونوں متمتع شمار ہوں گے اور جو آدمی افراد کا احرام باندھے اور اس کے ساتھ ہدی کا جانور نہ ہو تو اس کے لیے طواف، سعی اور بال کٹوانے کے بعد حلال ہو جانا مشروع ہے۔اور اس عمل کے ذریعہ وہ دونوں ''متمتع'' ہو جائیں گے۔جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ کے فرمان پر کیا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ:''لو استقبلت من أمری ما استدبرت ما اھدیت ولجعلتھا عمرۃ'' (البخاری رالحج ر۸۱ (۱۶۵۱)، مسلم ر۱۷ ر(۱۲۱۱، ۱۲۱۶، ۱۲۱۸) ''اگر میں اپنے معاملہ کو پہلے جانتا جس کو میں نے بعد میں جانا تو میں ہدی نہ لاتا اور اپنے احرام کو عمرہ سے بدل دیتا''۔

اور اگر عمرہ کی نیت سے آنے والا حج کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو اسے صرف ''معتمر'' (عمرہ کرنے والا) ہی کہا جائے گا۔اور بعض صحابہ کے اقوال کے پیش نظر اسے ''متمتع'' بھی کہا جا سکتا ہے۔لیکن فقہاء کی اصطلاح میں اگر وہ حج کی نیت کئے بغیر شوال یا ذی قعدہ کے مہینہ میں آیا اور عمرہ کرنے کے بعد اپنے ملک لوٹ گیا تو اسے معتمر ہی کہا جائے گا۔ہاں اگر وہ مکہ میں حج کی نیت سے رک گیا تو اسے متمتع کہا جائے گا۔اسی طرح جو رمضان یا دوسرے مہینوں میں صرف عمرہ کی نیت سے آیا تو اسے بھی معتمر کہا جائے گا۔اور عمرہ کا اصل معنی بیت عتیق (خانہ کعبہ) کی زیارت کرنا ہے۔اور حاجی اگر رمضان کے بعد مہینوں میں سے کسی مہینہ میں عمرہ کا احرام باندھ کر آتا ہے پھر وہ وہاں حج کے لیے ٹھہرا رہتا ہے تو اسے متمتع کہا جاتا ہے۔اسی طرح کسی نے قران کی نیت سے احرام باندھا اور حج کے لیے ٹھہرا رہا تو اسے متمتع کہہ سکتے ہیں اور وہ بھی اللہ کے اس حکم میں داخل ہے ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ – بقرہ:۱۹۶﴾ پس جو شخص ایک ہی سفر میں حج وعمرہ دونوں کا فائدہ اٹھائے تو جو ھدی میسر ہو پیش کرے''۔چنانچہ قارن کو متمتع کہا جا سکتا ہے۔صحابہ کرام کے درمیان یہی مشہور تھا اور اللہ کے رسول ﷺ باوجودیکہ حج قران کا احرام باندھے ہوئے تھے پھر بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کے بارے میں فرمایا:''تمتع رسول اللہ ﷺ بالعمرۃ الی الحج'' (البخاری رالحج ر۱۰۴ (۱۶۹۱)، مسلم رالحج ر۲۴ (۱۲۲۷) آپ ﷺ نے عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر تمتع کیا''۔لیکن بہت سارے فقہاء کی اصطلاح میں متمتع اس حاجی کو کہتے ہیں جو عمرہ کر کے حلال ہو جائے، پھر آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھے، اور اگر حج وعمرہ کے درمیان حلال نہ ہو تو اسے قارن کہتے ہیں۔گرچہ اصطلاح کا یہ اختلاف ہے، تاہم صحیح بات یہ ہے کہ جب کسی چیز کا معنی اور حکم واضح ہو جائے تو اصطلاح کے اختلاف سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

قارن اور متمتع کا حکم یکساں ہے، دونوں ہی ھدی پیش کریں گے۔اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ایام حج میں تین دن اور سات دن اپنے گھر لوٹنے کے بعد روزہ رکھیں گے، اور دونوں کو متمتع کہا جائے گا۔البتہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے میں دونوں کا حکم مختلف ہے۔جمہور علماء کے نزدیک متمتع دو سعی کرے گا۔ایک سعی عمرہ کے طواف کے ساتھ اور دوسری سعی حج کے طواف کے ساتھ۔کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث (البخاری رالحج ر۳۷ (۱۵۷۲) تعلیقا بصیغۃ الجزم، البیھقی:۲۳ر۵ بسند صحیح) سے ثابت ہے کہ جن صحابہ نے حج تمتع کیا تھا اور عمرہ کر کے حلال ہو گئے تھے انہوں نے دو سعی کی تھی۔ایک سعی عمرہ کے طواف کے ساتھ اور دوسری سعی حج کے طواف کے ساتھ اور یہی جمہور اہل علم کا قول ہے۔البتہ قارن ایک ہی سعی کرے گا، اگر اس نے اسے طواف قدوم کے ساتھ کر لیا تو وہی کافی ہوگا۔اور اگر اس نے موخر کیا اور طواف حج کے ساتھ کیا تو وہ بھی جائز ہے۔یہی معتبر اور جمہور اہل علم کا قول ہے۔یعنی متمتع کے لیے دو سعی اور قارن کے لیے ایک سعی۔قارن اگر اسے طواف قدوم کے ساتھ کرنا چاہے تو جائز ہے بلکہ یہی افضل ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔(مسلم رالحج ر۱۹ (۱۲۱۸) آپ نے طواف کیا اور سعی کی اور آپ کا طواف طواف قدوم تھا اس لیے کہ آپ قارن تھے اور اگر چاہے تو اس سعی کو حج کے طواف کے ساتھ ادا کرے، یہ

(بقیہ صفحہ ۲۸ پر)

علوم الحدیث کی اہمیت وضرورت اور منہجیت (دوسری اور آخری قسط)

عزیز احمد مدنی
استاد المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، دہلی

علوم الحدیث کا مقام اور اس کی اہمیت: علوم الحدیث کی اہمیت اور اس کے مقام کو حافظ عراقی نے اپنی کتاب شرح الفیہ کے مقدمہ میں یوں بیان کیا ہے:

علم حدیث ایک بلند پایہ علم ہے اس کی نفع بخشیاں بے پایاں ہیں اکثر احکام کا اس پر دار ومدار ہے اور اسی سے حلال وحرام کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اس سے فائدہ حدیث کا وہی طالب علم اٹھا سکتا ہے جو ائمہ حدیث کی ان اصطلاحات کو اچھی طرح سمجھ کر ذہن نشین کرلے جو ان کی مقرر کردہ ہیں۔ اس لئے اس فن سے متعلق یہ کتاب تالیف کرنے کی ضرورت سمجھی گئی۔

کتاب الثقافۃ الاسلامیۃ کے مولف راغب الطباخ یوں بیان کرتے ہیں:

کہ علم الحدیث آثار واخبار میں وارد شدہ باتوں کے لئے میزان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی سے صحیح وسقیم ضعیف وقوی اور مقبول ومردود کا علم ہوتا ہے، اور انہی پر یہ حکم مرتب ہوتا ہے کہ مقبول روایت کا اختیار کرنا اور اس پر عمل لازمی ہے، اور مردود روایت کو ترک کرنا ضروری ہے۔ نیز اس سے حلال وحرام کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ فرض ومسنون کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ اگر یہ میزان نہ ہوتی تو صحیح وسقیم اور حق وباطل کے درمیان تمیز انتہائی دشوار ہوتی اور ہم گمراہی کے جنگل میں حیران اور جہالت کے بیابانوں میں سرگرداں رہتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنی شریعت اور اپنے نبی کی سنت کی حفاظت منظور تھی جیسا کہ اس نے اپنی کتاب مبین کی حفاظت کی۔ چنانچہ اس نے ایسے افراد پیدا کئے جنہوں نے اس (شریعت) کے راستوں کو منور، اس کے طریقوں کو واضح اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کردیا، یہاں تک کہ دنیا پر یہ بات ثابت ہوگئی جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ شریعت ہر آمیزش سے پاک ہے اور تابناک ہے اس کی رات اس کے دن کے مثل ہے۔ اس سے وہی انحراف کرے گا جس کی قسمت میں لکھ دی گئی ہے۔

اس علم کی اہمیت کی وضاحت کے لئے بطور نمونہ ملاحظہ کریں۔

امام سیوطی نے تدریب میں سلسلہ اسناد میں جس قسم کی باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ ان میں سے ساٹھویں قسم یہ بتاتے ہیں کہ ”راویوں کی تاریخ پیدائش کا علم اور ان کے سماع روایت کا ثبوت اور یہ کہ وہ فلاں شہر میں آئے تھے یا نہیں اور ان کی وفات کس سنہ میں ہوئی“۔

پھر کہتے ہیں کہ یہ ایک بڑا فن ہے جس سے حدیث کا متصل اور اس کا منقطع ہونا معلوم ہوتا ہے۔ بالخصوص جب ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ ہیں جنہوں نے بعض لوگوں سے روایت کی۔ لیکن اس علم کی اس شاخ نے ان کا بھانڈا پھوڑ دیا اور ظاہر ہوا کہ انہوں نے ان سے روایت کا دعوی ان کی وفات کے کئی سال بعد کیا۔ مثلا

اسماعیل بن عیاش نے ایک شخص سے امتحانا سوال کیا کہ تم نے خالد بن معدان سے کس سن میں سن کر روایت لکھی ہے۔ تو اس نے جواب دیا ۱۱۳ھ میں تو اسماعیل بن عیاش نے کہا: بہت خوب، مطلب یہ ہوا کہ تم نے ان کی وفات کے سات سال بعد ان سے سنا؟ کیونکہ ان کا انتقال تو ۱۰۶ھ میں ہوگیا تھا۔

سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب راویوں نے دروغ بیانی سے کام لینا شروع کیا تو ہم نے ان کے لئے تاریخ کا استعمال شروع کیا۔ اور حسان بن یزید کہا کرتے تھے کہ ہم نے جھوٹوں کی گرفت کے لئے تاریخ جیسی مددگار کوئی چیز نہیں پائی۔

ابوعبداللہ الحمیدی کا قول ہے کہ علوم الحدیث میں سب سے مقدم تین امور میں مہارت نہایت ہی اہم ہیں۔ علل (۱)، موتلف (۲) مختلف اور شیوخ کی تاریخ وفات“۔

یہ اور اس طرح کے علم کی یہی اہمیت وضرورت اور افادیت ہے جس کی بنا پر ائمہ حدیث نے اس کی جانب خاص توجہ مبذول کی اور اس فن کی روایتوں کے کھرے کھوٹے کو پرکھنے کے لئے ایک عمدہ کسوٹی بنا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ (تاریخ افکار وعلوم اسلامی ص ۱/ ۴۶۶-۴۶۸)

علوم الحدیث کی ضرورت وفوائد: ۱۔ علم مصطلح کا اصلی مقصد یہ ہے کہ محدثین کے قواعد کی روشنی میں احادیث پر صحت وضعف کا حکم لگانے کی معرفت وقدرت پیدا کرنا۔

۲۔ نیز یہ معرفت حاصل کرنا کہ یہ روایت نبی ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں، اسی طرح وہ حدیث مقبول ہے یا غیر مقبول۔

۳۔ احادیث صحیحہ وغیر صحیحہ کے مابین تمیز کرنا، کیونکہ دین میں احادیث ضعیفہ وموضوعہ پر قدغن علوم حدیث کی معرفت سے ہی لگایا جاسکتا ہے۔

۴۔ صحیح اور ٹھوس اسلامی عقیدہ کی بنیاد ڈالنا اور بحث وتحقیق کا عنصر پیدا کرنا تاکہ ہر سنی ہوئی بات یا حدیث بلا تحقیق وتنقیح کے قبول نہ کی جائے۔ اگر رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند سے ثابت ہو تو قبول کیا جائے بصورت دیگر رد کردیا جائے۔

۵۔ علوم حدیث کے ذریعہ سنت کی محافظت کرنا اور اس کے دفاع میں ہر طرح کی کوشش کرنا اور اللہ رب العزت کی خوشنودی کا جویا وطلب گار رہنا۔

۶۔ علوم الحدیث کی معرفت ایک مفسر، محدث اور فقیہ کو مسائل کے استنباط میں

سہولت پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین علوم کے لوگ اس کے محتاج ہیں۔اما الحديث فظاهر واما التفسير فان اولى ما فسر به كلام الله ما ثبت عن نبيه صلى الله عليه وسلم ويحتاج الناظر فى ذلك الى معرفة ماثبت ومالم يثبت، واما الفقه فلا حيتاج الفقيه الى الاستدلال بما ثبت من الحديث دون مالم يثبت ولا يتبين ذلك الا بعلم الحديث (النكت على ابن الصلاح ۱/۲۲۷)

۷۔علوم الحدیث سے دین اسلام میں تحریف وتبدیل سے حفاظت ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ علم امت کو عطا نہ کیا ہوتا تو صحیح احادیث،ضعیف وموضوع اور منکر وواہیات میں مخلوط ہوکر رہ جاتی اور کلام رسول اور کلاس الناس میں زبردست خلط ملط ہوجاتا اور اسلام کی روشنی ماند پڑ جاتی اور اس کا چہرہ مکدر ہوجاتا۔

۸۔یہ علم ہمیں حدیث رسول سے صحت عبادت اور اس کے طریقے کی معرفت دیتا ہے، اسی طرح نبی ﷺ کی حسن اقتدا واتباع کی معرفت دیتا ہے۔ کیونکہ صحت عبادات اور صحت اتباع،صحت احادیث پر موقوف ہے۔

۹۔یہ علم احادیث رسول میں کذب بیانی سے اجتناب وابتعاد کا درس دیتا ہے اور رسول اللہ کی طرف غلط انتساب سے آدمی کو باز رکھتا ہے اور روایت حدیث میں تساہلی اور سہل انگاری کے عظیم خطرات سے آگاہ کرتا ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے من حدث عنى بحديث يرى انه كذب فهو احد الكاذبين اور صحیحین میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار.

۱۰۔علم حدیث انسانی عقل اور کتابوں کو ایسے خرافات، بدعات، حکایات اور اسرائیلی روایات سے محفوظ کرتا ہے جو عقیدہ وعبادات کے فساد اور بطلان کا باعث ہوتی ہیں۔خرافات سے ذہنوں کا تنقیہ کرتا ہے۔ یہ باطل روایات اور جھوٹے قصے سادہ لوح انسانوں کو تباہ وبرباد کردیتے ہیں۔

۱۱۔اس علم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کا مضبوط انتظام فرمایا کہ اس امت میں ایسے عادل پاک باز نفوس کو پیدا فرمایا۔جنہوں نے سنت رسول کو، دین کو نسل درنسل نقل فرمایا، تاکہ لوگ اس علم کے پیمانے اور کسوٹی پر قول وعمل کو پرکھا کریں اور اپنے دین واعمال کی حفاظت کریں۔

۱۲۔یہ علم،متون اور اس کے مشمولات کی تحقیق کرنے والے باحثین کو یہ راستہ بتاتا ہے کہ وہ استشہاد ودلائل سے اطمینان حاصل کریں کیونکہ صحت نص پر اطمینان اکثر احوال میں راستہ کو ہموار اور آسان بنادیتا ہے۔بندگرہیں کھل جاتی ہیں اور تقلید وجمود کے قید سے آزادی مل جاتی ہے۔اذا صح الحديث فهو مذهبى سے ائمہ عظام نے اسی شاہراہ پر چلنے کا اشارہ دیا ہے۔

۱۳۔یہ علم اس منہجیت کی وضاحت کرتا ہے جسے علماء اوائل نے اپنا کر احادیث کو دخیل وآمیزش سے مصون وپاک کیا اور ہر طرح کی غث وسمین سے محفوظ کیا۔

۱۴۔علم الرجال کے مؤلف عبدالرحمٰن بن یحییٰ معلمی فرماتے ہیں: علوم الحدیث پر مشتمل تمام علوم بالخصوص علم الرجال کی معرفت تاریخ کے اہم انواع میں سے ہے اور علوم میں سے دینی وتاریخی علوم کی حفاظت بے انتہا ضروری ہے کیونکہ اگر یہ علم ضائع ہوجائے تو اس کا تدارک ممکن نہیں۔ جبکہ دیگر علوم کا معاملہ ایسا نہیں کیونکہ یہ علوم عقل وتجربہ کا نتیجہ ہیں۔اگر ان میں سے کچھ ضائع ہوجائیں تو دوبارہ اس کا استنتاج کیا جاسکتا ہے۔(علم الرجال ص۹۱)

مصطلح الحديث، تدوين، تصنيف ايک نظر: جیسا کہ بیان کیا گیا کہ ابتدائی تین صدیوں میں یہ علم اس طرح نہ تھا جس طرح آج کل ہے۔نہ اس کا نام موجود تھا نہ کسی ایک تصنیف میں اس کے تمام انواع کو یکجا کیا گیا تھا۔اگرچہ لوگ اس علم کی جداگانہ انواع پر بات چیت کرتے تھے، حدیثیں قبول کرتے وقت وہ چھان بین اور احتیاط سے کام لیتے تھے۔وہ جرح وتعدیل سے متعلق گفتگو کرتے تھے، علل الاحادیث کی تلاش بھی ان کے یہاں پائی جاتی تھی۔اس علم کی بعض انواع کے بارے میں انہوں نے کتابیں بھی تصنیف کی تھیں۔

جیسا کہ علی بن المدینی، شیخ البخاری کے بارے میں معروف ہے۔موصوف علم الحدیث میں اپنے زمانہ کے یکتائے روزگار فاضل تھے،علوم الحدیث میں سے کوئی علم ایسا نہ تھا جس کی بابت انہوں نے کتاب نہ لکھی ہو۔اسی طرح دیگر محدثین نے الگ الگ انواع پر جداگانہ کتب مرتب کیں۔مثلا بخاری ومسلم وترمذی، دارقطنی وغیرہ ان کی تصنیف کا انداز یہی تھا کہ وہ ہر نوع پر الگ الگ کام کرتے تھے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جملہ انواع کو جمع کرکے ایک ہی تصنیف میں ان پر بحث کی جائے تو یہ بات چوتھی صدی کے نصف میں جاکر پیدا ہوئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شرح نخبہ میں لکھتے ہیں:

’’اولین شخص جس نے اصول الروایہ کے فن پر کتاب لکھی۔ قاضی ابومحمد الرامهر مزی (۳۶۰ھ) الحسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد تھے آپ کی کتاب کا نام المحدث الفاصل بين الراوى والواعى ہے۔مگر یہ کتاب جامع نہ تھی۔ پھر ابوعبداللہ الحاکم نیساپوری (۴۰۵ھ) (محمد بن عبداللہ الحاکم) نے کتاب’’معرفۃ علوم الحدیث‘‘ تصنیف کی، لیکن اس میں ترتیب وتہذیب کی کمی تھی۔ بعدازاں ابونعیم اصفہانی (احمد بن عبداللہ الاصبہانی ۴۳۰ھ) آئے تو امام حاکم کی کتاب پر مستخرج لکھی (المستخرج على معرفة علوم الحديث) تاہم پیچھے آنے والے کے لئے کچھ چیزیں پھر بھی باقی رہ گئیں،اس کے بعد ابوبکر الخطیب بغدادی ۴۶۳ھ (احمد بن علی بن ثابت) نے قوانین روایت پر ایک کتاب ’’الكفاية فى علم الرواية‘‘

لکھی۔اسی طرح آداب روایت پر دوسری کتاب آپ نے ''الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع'' تحریر کی،خطیب بغدادی کی دونوں کتابیں اپنے باب اور فن میں عمدہ اور نادر ہیں۔اول الذکر اس علم اور فن کے اہم مصادر میں سے ہے۔یہی نہیں بلکہ علوم الحدیث میں سے شاذ و نادر ہی کوئی علم ہوگا جس کے بارے میں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب نہ لکھی ہو۔حافظ ابوبکر بن نقطہ (۶۲۹ھ) محمد بن عبدالغنی الحنبلی المعروف بابن النقطه نے بجا فرمایا: کل من انصف علم ان المحدثین بعد الخطیب عیال علی کتبه.

ہر با انصاف شخص اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ خطیب بغدادی کے بعد آنے والے محدثین ان کی کتابوں کے محتاج ہیں۔

خطیب بغدادی کے بعد آنے والوں میں سے قاضی عیاض ۵۴۴ھ (ابن موسیٰ الیحصبی) نے ایک مختصر کتاب لکھی (یہ مصطلح کے ابحاث کو شامل نہیں بلکہ ایک قسم کیفیة التحمل والاداء پر مرتب کتاب ہے) جس کا نام ''الالماع الی معرفة اصول الروایة وتقیید السماع'' رکھا اسی طرح ابوحفص المیانجی ۵۸۰ھ (عمر بن عبدالمجید المیانجی) نے ایک مختصر کتاب لکھی اس کا نام مالا یسع المحدث جهله ہے اور اس قسم کی دیگر تصانیف جو مشہور تھیں۔

جب حافظ تقی الدین ابوعمر وعثمان بن عبدالرحمٰن الشہر زوری المعرف بابن الصلاح ۶۴۳ھ نزیل دمشق کا زمانہ آیا تو آپ نے اپنی مشہور کتاب (علوم الحدیث) تصنیف کی جس کو مقدمہ ابن الصلاح کہا جاتا ہے۔انہوں نے علوم الحدیث کو از سر نو مرتب کیا (۱۳) اور خطیب بغدادی کی متفرق تصانیف کو لے کر ان کے منتشر مقاصد ومطالب کو یکجا کیا اور پھر ان پر مفید اضافے کئے اس لئے جو باتیں متفرق کتب میں پائی جاتی تھیں وہ ابن الصلاح کی کتاب میں جمع ہوگئیں۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے ان کی کتاب کو اوڑھنا بچھونا بنالیا اور انھیں کی راہ پر گامزن ہوگئے، چنانچہ کسی نے مقدمہ کو نظم میں ڈھالا، کسی نے اس کا خلاصہ کیا، کسی نے اس پر استدراک (ضمیمہ) تیار کیا، کسی نے معارضہ کیا، کسی نے حمایت ودفاع کیا۔انتہی بتصرف (تیسر مصطلح الحدیث ص ۱۰-۱۱۔والحدیث والمحدثون محمد محمد ابوزہو ص ۴۹۰-۴۹۱)

یہ ہے علم اصول الروایة کی تاریخ جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس فن میں تالیف وتصنیف کا آغاز کیسے ہوا اور کس طرح موجودہ صورت میں تبدیل ہوا جس میں اس فن کی مختلف انواع کو ایک ہی تصنیف میں یکجا کر دیا جاتا ہے۔(تاریخ حدیث ومحدثین ۶۱۸-۶۲۰)

منظومات مقدمه ابن صلاح: ۱-نظم الدرر فی علم الاثر المشهور باسم الفية العراقی: زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی ۸۰۶ھ

۲-المورد الاصفى فى علوم حديث المصطفى: لمحمد بن عبدالرحمن البرشنسى ۸۰۸ھ

۳-الفية السيوطى فى علم الحديث: لجلال الدين السيوطى ۹۱۱ھ

۴-اقصى الامل والسول فى علوم احاديث الرسول المعروف بمنظومة ابن خليل الخوئى

مختصرات مقدمة ابن صلاح: ۱-ارشاد طلاب الحقائق الى معرفة سنن الخلائق :ابو زكريا يحيىٰ بن شرف النواوى ۶۷۶ھ

۲-التقريب والتيسير لمعرفة سنن البشير النذير-ابو زكريا يحى بن شرف النووى

۳-اختصار علوم الحديث: عماد الدين اسماعيل بن كثير الدمشقى ۷۷۴ھ

۴-مختصر على بن عثمان الماردينى المعروف بابن التركمانى

شروحات مقدمة ابن صلاح: ۱-الجواهر الصحاح فى شرح علوم الحديث لابن صلاح :عزالدين بن بدرالدين المعروف بابن جماعة ۷۶۷ھ

۲-التقييد والايضاح لما اغلق واطلق من كتاب ابن صلاح : زين الدين عبدالرحيم بن الحسين العراقى ۸۰۶ھ

۳-النكت على كتاب ابن الصلاح: للحافظ ابن حجر العسقلانى ۸۵۲ھ

مصطلح الحديث يا اصول الحديثكى چند مشهور كتابيں: ۱.نخبة الفكر فى مصطلح أهل الأثر: لابن حجر العسقلانى

۲.نزهة النظر فى شرح نخبة الفكر: لابن حجر العسقلانى

۳.فتح المغيث فى شرح الفية الحديث: محمد بن عبدالرحمن السخاوى ۹۰۲ھ

٤.تدريب الراوى شرح تقريب النواوى: جلال الدين سيوطى ۹۱۱ھ

٥.المنظومة البيقونية، لعمر بن محمد بن فتوح البيقونى ۱۰۸۰ھ

٦.قصب السكر نظم نخبة ا لفكر، لمحمد بن اسماعيل امير الصنعانى ۱۱۸۲ھ

۷.قواعد التحديث من فنون مصطلح الحديث، محمد جمال الدين القاسمى ۱۳۳۲ھ

۸.الباعث الحثيث شرح اختصار علوم الحديث، لابن كثير

۹.لمحات فى اصول الحديث: د/ محمد اديب صالح

(بقیہ صفحہ ۱۷ پر)

شرم وحیاء۔ انسانیت کا بیش بہا زیور

عبدالمنان سلفی شکراوی
اہل حدیث منزل، دہلی

آج پوری دنیا میں بے شرمی وبے حیائی کا سیلاب آیا ہوا ہے اور اسے فروغ دینے کے لیے ملکی وعالمی سطح پر حکومتوں اور اداروں کی جانب سے خوب حوصلہ افزائی کی جارہی ہے نیز اس پر بے حساب دولت لٹائی جارہی ہے۔ لوگوں نے گویا سمجھا ہوا ہے کہ ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی شرم وحیا ہے۔ یہ نہ رہے گی تو ترقی کے راستے کھل جائیں گے۔ کہیں فلم انڈسٹری کے ذریعہ، کہیں فیشن شوز کے بہانے، کہیں مقابلۂ حسن کے نام پر، کہیں ماڈلنگ کے نام پر، کہیں ریلٹی شوز کے پردے میں اور کہیں سامان تعیش کے اشتہاروں کے بہانے عریانیت کا بازار اس قدر گرم ہے کہ الامان والحفیظ۔

آج یورپ عریانیت وبے حیائی کی تباہ کاریوں سے عاجز آچکا ہے اور سلیم الطبع لوگ اس پر لگام لگانے کا مطالبہ کررہے ہیں۔ لیکن جو بند ڈھا دیا گیا ہے اس کا تعمیر کر پانا اتنا آسان نہیں ہے۔ خود ہمارے ملک میں بے شرمی کے بازاروں کے فروغ کی ہوڑ لگی ہوئی ہے۔ ٹیلی ویزن وسوشل میڈیا اس کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کررہے ہیں اور اس کی خطرناکی سے بالکل بے خبر ہیں۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ع

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

عورت کو اللہ تعالیٰ نے ناقص العقل پیدا فرمایا ہے۔ معاشرے نے اس کی کم عقلی کا ناجائز فائدہ اٹھا کر بلکہ استحصال کرکے بازارو شے بنادیا ہے۔ وہ یہ سمجھ رہی ہے کہ میں اپنے جسم کی نمائش کرکے مردوں کو لوٹ رہی ہوں۔ اس کے برعکس مرد سمجھ رہے ہیں کہ ہم اسے بے وقوف بنا کر اس کی عصمت وعزت کو تارتار کرکے لطف اندوز ہورہے ہیں۔ ہر کوئی غلط فہمی کا شکار ہے اور معاشرے کا تانا بانا بکھرا جارہا ہے جس کے نتیجہ میں نئی نسلوں کی تباہی وبربادی طے ہے۔ نہ کوئی خانگی نظام محفوظ ہے اور نہ ہی معاشرتی سسٹم بچا ہے۔ اور افسوس صد افسوس آزادیٔ نسواں کے نام پر اس طوفان بدتمیزی کے مطالبات دن بدن فزوں تر ہوتے جارہے ہیں۔ مطالبات کی ایک لمبی فہرست ہے جس کو تسلیم کرانے کے لیے نہ صرف نام نہاد سماجی تنظیمیں بلکہ سیاسی پارٹیاں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں لگی ہوئی ہیں اور اسے ووٹ بنک کی نظر سے دیکھ رہی ہیں۔ کبھی کسی کا ضمیر جاگتا ہے اور وہ اس پر لب کشائی کرتا ہے تو پورا میڈیا نیز نام نہاد سماجی ادارے اس کے پیچھے پڑجاتے ہیں یہاں تک کہ وہ بیچارہ اپنی بات واپس لینے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

مذہب اسلام دنیا میں ایسا اکیلا مذہب ہے جس نے انسانیت ہی نہیں پوری کائنات کی فلاح وبہبود کے لیے روز اول ہی سے اصول وضوابط مرتب کئے ہوئے ہیں اور کیوں نہ ہو، یہ خالق کائنات کا منتخب کردہ دین ہے، اس لیے ہر چھوٹے اور بڑے معاملے کی رہنمائی اس کے اندر موجود ہے۔ شرم وحیاء اسلام کی اہم خصائل وعادات میں سے اہم خصلت وعادت ہے۔ بلکہ اسے ایمان کا جز قرار دیا گیا ہے۔ اسلام نے تمام اچھی باتوں کا اپنے ماننے والوں کو حکم دیا ہے اور تمام بری باتوں سے واضح طور پر منع فرمایا ہے نیز ان کے برے انجام سے باخبر کیا ہے۔ اسلام نے بے شرمی وبے حیائی کے تمام دروازے بند کردئے ہیں اور جن چور دروازوں کا خدشہ تھا ان کی نشان دہی کرتے ہوئے ان پر پابندی عائد کردی ہے۔ اس اخلاقی بگاڑ کے پرآشوب دور اور بگڑتے ہوئے ماحول میں ضرورت اس بات کی ہے کہ بے شرمی وبے حیائی، فحاشی، واباحیت پسندی کے خلاف آواز اٹھائی جائے، اپنی نئی نسلوں کو اس سے محفوظ رکھنے اور انسانیت کے دشمن جن ذرائع ووسائل کو ان کے فروغ کے لیے استعمال کررہے ہیں، ان کی سنگینی کا ادراک کرتے ہوئے ان کو بے اثر بنانے کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں۔ سب سے پہلے ہم خود ان وسائل وذرائع کا محتاط استعمال کریں اور اپنے اہل خانہ خصوصا بچوں کو مضر پرگراموں سے دور رکھنے کی کوشش کریں ورنہ مستقبل میں بہت ہی سنگین اور خطرناک نتائج برآمد ہونگے۔

اس وقت ٹی وی سے زیادہ خطرناک موبائل فون اور انٹرنیٹ ہوگئے ہیں۔ ان پر ایسی ایسی حیا سوز تصاویر اور ویڈیوز لوڈ ہیں جن کا ایک صاحب ایمان اور پاکدامن انسان تصور بھی نہیں کرسکتا۔ ان کا بیجا استعمال فحاشی وبے شرمی کو فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کررہا ہے۔ آپ انٹرنیٹ کا کتنا ہی ایماندارانہ اور اپنی جائز ضروریات کے لئے استعمال کریں لیکن اس کو اس انداز سے ڈولپ کیا گیا ہے کہ جانے انجانے فحش تصاویر آپ کے سامنے آجائیں گی۔ اگر آپ کے اندر ایمانی غیرت ہے تو محفوظ رہیں گے ورنہ ذرا سی لاپرواہی بے شرمی وبے حیائی کی دلدل میں آپ کو گھسیٹ لے جائے گی۔ جب ایک ہوشمند آدمی کے ساتھ ایسا ہوسکتا ہے تو بچے جن کو ابھی عقل وشعور بھی نہیں ہے، نفع ونقصان سے وہ بے خبر ہیں، کیسے اس گندگی سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ لہٰذا

ہمیں اپنے بچوں کوان سے زیادہ سے زیادہ دور رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ معاشرے کی اخلاقیات کا جنازہ نہ نکل جائے۔

شرم وحیا انسانیت کا زیور ہے۔اس کا بیان قرآنی ہدایات ونبوی ارشادات میں بڑی اہمیت کے ساتھ آیا ہے اوراس سے اپنے آپ کوآراستہ وپیراستہ کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔لہٰذا ہرصاحب عقل وشعور کوان سے رہنمائی حاصل کرنے اوراپنی انفرادی واجتماعی زندگی میں رچانے بسانے کی ضرورت ہے۔تبھی ہم ان آلائشوں اورگندگیوں سے اپنے آپ ،اپنے سماج ومعاشرے کومحفوظ رکھ سکیں گے۔اسلام میں شرم وحیاء کی اہمیت وفضیلت سے متعلق کچھ نصوص وواقعات حاضر خدمت ہیں جن سے نصیحت حاصل کرنے اورانہیں اپنی عملی زندگی میں نافذ کرنے کی ضرورت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شرم وحیاء میں ہرطرح سے بھلائی ہی بھلائی ہے۔(مسلم)اسی لیے حیاء مسلمان کی سب سے بڑی صفت قرار دی گئی ہے۔یہ آدمی کو برائیوں اور نافرمانیوں سے باز رکھتی ہے۔انسان جب اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے گا اوراسے معلوم ہوگا کہ وہ ظاہر وباطن میں اس کے اقوال وافعال کا مشاہدہ کررہا ہے تو تنہائی میں بھی بری باتوں اورگناہ کے کاموں کوکرنے سے شرمائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ہر دین کی ایک خاص خصلت وعادت ہوتی ہے اوراسلام کی وہ خاص خصلت وعادت شرم وحیاء ہے۔''(طبرانی اوسط)شرم وحیاء کا پایا جانا اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ انسان بھلائی کے راستے پر ہے۔عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شرم وحیاء کا خیر وبھلائی کے علاوہ کوئی اور حاصل ہے ہی نہیں۔''(بخاری)ایک موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیاء کوایمان سے جوڑ دیا اورفرمایا: ایمان اورحیاء ایک دوسرے کے ساتھی ہیں،ان میں سے ایک کوالگ کریں گے تو دوسرا اپنے آپ ختم ہوجائے گا۔''(حاکم)ایک اورموقعہ پرفرمایا:''ایمان کی ستر سے بھی زیادہ شاخیں ہیں جن میں سب سے بلند وبرتر لاالہ الا اللہ اورسب سے کمتر،راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے نیز حیاء، ایمان کی ایک شاخ ہے۔''(بخاری ومسلم)ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر انصار کے ایک شخص کے پاس سے ہوا،وہ اپنے بھائی کو شرم وحیاء کے بارے میں نصیحت کررہا تھا گویا وہ اس سے کہہ رہا تھا کہ اس سے اسے نقصان ہوا ہے۔چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو کیونکہ حیاء ایمان کا جز ہے۔''(بخاری)اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ حیاء سے بڑھ کر ایسی کوئی زیب وزینت نہیں جس سے انسان اپنے آپ کوسجائے سنوارے۔چنانچہ فرمایا: حیاء جس چیز میں بھی ہوگی اسے خوبصورت بنادے گی اور بے حیائی جس چیز میں بھی ہوگی اسے بدنما بنادے گی۔''(ابن ابی الدنیا)کوئی بھی قیمتی شے جس پرحیاء کا غلاف چڑھا دیا جائے وہ موتی بن جاتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے حیاء کی دعوت وترغیب دی اوراس کی ستائش کی ہے۔آپ نے فرمایا: پہلے کی نبوت کی جو باتیں لوگوں کوملی ہیں ان میں یہ بھی ہے: جب تمہیں شرم نہیں تو جو چاہو کرو۔''(بخاری)آپ نے بتایا کہ تمام انبیاء علیہم السلام حیاء کی خصلت پر متفق ومتحد ہیں اوران سے نسلاً بعد نسلٍ ان کی امتوں نے نقل کیا، ورثے میں چھوڑا اور بعد والی نسلوں کواس کی نصیحت ووصیت کی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام بہت ہی شرم وحیاء والے اور پردے کا اہتمام کرنے والے شخص تھے۔اللہ سے شرماتے ہوئے وہ اپنی ہی چمڑی پرنظر نہیں ڈالتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ'' آپ کسی پردہ دار دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔آپ کوکوئی چیز ناگوار لگتی تو اس ناگواری کوہم آپ کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے پہچان لیتے تھے۔''(احمد)

حیاکی دوقسمیں ہیں: ایک حیاء فطری ہوتی ہے جو ہرانسان میں پائی جاتی ہے مثلاً انسان لوگوں کے سامنے ننگا ہونے سے شرماتا ہے۔دوسری قسم کاتعلق ایمان سے ہے جوانسان کوبری باتوں سے روکتی اورحقداروں کے حقوق کے سلسلے میں کوتاہی برتنے سے باز رکھتی ہے۔اس کواس بات کا احساس دلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے،اورایک نہ ایک دن اس کے سامنے جواب دینا ہے۔حیاء کی یہ دوسری قسم اللہ تعالیٰ سے گہرا تعلق قائم کرنے،اس کی نگاہوں کے سامنے رہنے کے احساس اوراپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہنے سے پیدا ہوتی ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر حیا کی یہ دونوں قسمیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شرم وحیاء کے اعلیٰ مقام پرفائز تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:اے مسلمانوں کے گروہ!اللہ سے شرم کرو۔قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں قضاء حاجت کے لیے جنگل میں جاتا ہوں تو اپنے رب سے شرم کے مارے اپنا کپڑا کم سے کم ہٹاتا ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس میں حیاء کم ہوگی،اس میں پرہیزگاری کم ہوگی اورجس میں پرہیزگاری کم ہوگی اس کا دل مردار ہوگا۔نیز فرماتے: جس میں شرم وحیاء ہوگی وہ چھپ جائے گا اور جو چھپ جائے گا وہ پرہیزگار ہوگا اور جو پرہیزگار ہوگا وہ بچ جائے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تو اللہ تعالیٰ نے اس خاص خصلت میں تمام صحابہ کرام کے اندر ممتاز مقام عطا کیا تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ حیا ایمان کا حصہ ہے اور میری امت میں سب سے زیادہ شرمیلے عثمان ہیں۔ آپ یہ بھی فرماتے: کیا میں ایسے شخص سے نہ شرماؤں جس سے اللہ کی قسم! فرشتے بھی شرماتے ہیں؟ (بخاری)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں غسل جنابت تاریک گھر میں داخل ہوکر کرتا ہوں اور اپنے رب سے شرم کے مارے پیٹھ کو جھکا لیتا ہوں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جس گھر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد دفن ہوئے اس میں داخل ہوتی تو پردے کا اہتمام نہیں کرتی اور کہتی کہ میرے شوہر اور والد ہی تو ہیں، لیکن جب عمر دفن ہوگئے تو عمر سے شرم کی وجہ سے کپڑوں کو کس کر جاتی۔

بعض حکماء نے کہا ہے: جسے شرم وحیاء نے اپنا لباس پہنا دیا لوگ اس کا عیب نہیں دیکھ پائیں گے۔

بعض اہل بلاغت نے کہا ہے: چہرے کی زندگی حیاء سے ہے جیسا کہ پودے کی زندگی پانی سے ہے۔

انسان جن سے شرماتا ہے ان کی تین قسمیں ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ (۲) لوگ (۳) اپنی ذات۔

(۱) اللہ سے شرمانے کا مطلب ہے کہ اس کے احکام کو بجالایا جائے اور جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے باز رہا جائے۔ اس سلسلہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے شرم کرو! صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! الحمدللہ ہم اللہ سے شرماتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: ایسے نہیں۔ بلکہ اللہ سے اسی طرح شرم کرو جیسے کہ اس سے شرم کرنا چاہیے۔ سر اور جو اس میں یادداشت ہے، اس کی حفاظت کرو، پیٹ اور جو اس میں ہے اس کی حفاظت کرو اور موت ومصیبت کو یاد کرو اور جو آخرت کا ارادہ رکھتا ہو وہ زندگی کی زینت ترک کردے۔ جس نے یہ سارے کام انجام دیے، حقیقت میں وہی اللہ سے شرمایا۔ (ترمذی)

بعض بزرگوں سے نصیحت کرنے کے لیے درخواست کی گئی تو جواب دیا: یہ جانتے ہوئے بھی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے، اگر تم نے غلط کام کا ارتکاب کیا تو تم نے بڑی بھاری جرأت کی اور اگر یہ سوچ کر ارتکاب کیا کہ اللہ تمہیں نہیں دیکھ رہا ہے تو یہ تو سراسر کفر کا ارتکاب کیا۔ ابن المبارک نے اپنے ایک ہمنشین سے کہا: ’’اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھو۔‘‘ جب اس کی وضاحت چاہی تو فرمایا: تمہیں ہمیشہ یہ احساس رہنا چاہئے کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔‘‘ جب بعض علماء سے سوال کیا گیا کہ نگاہیں نیچی رکھنے میں کیا چیز مددگار ہوسکتی ہے؟ تو جواب دیا: تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جس کو تم دیکھ رہے ہو اس سے پہلے دیکھنے والے (اللہ) نے تمہیں دیکھ لیا ہے۔ یعنی تمہاری نظر سے زیادہ تیز اللہ کی نظر ہے۔ لہذا غلط کام کا ارتکاب نہ کرو۔

(۲) جہاں تک لوگوں سے شرمانے کا معاملہ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ لوگوں کو ایذا رسانی سے احتراز کیا جائے یعنی نظر کی حفاظت کی جائے، غیبت وچغلی، سب وشتم سے اجتناب کیا جائے، شرم کی اس قسم کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سنگین بتایا ہے یہاں تک کہ اسے بندوں کے افعال پر حکم کا درجہ دیا ہے جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی یہ ہے کہ تمہارا دل اس سے مطمئن ہوجائے اور برائی یہ ہے کہ وہ تمہارے دل میں کھٹک پیدا کرے اور تمہیں یہ بات ناگوار لگے کہ لوگوں کو اس کا علم ہوجائے گا۔‘‘ (مسلم) یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے شرمانے کو اچھائی اور برائی کا پیمانہ قرار دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابی نے نصیحت کرنے کے لیے کہا تو فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ایسے ہی شرمانے کی نصیحت کرتا ہوں جیسے تم اپنی قوم کے کسی نیک آدمی سے شرماتے ہو۔‘‘ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان دیندار، اہل مروت، متقی و پرہیزگار لوگوں سے شرماتا ہے، جبکہ یہ وہ مخلوق ہے جسے تمہارے پوشیدہ اعمال کا علم نہیں ہوتا۔ لہذا جس ذات سے تمہارا کوئی عمل ڈھکا چھپا نہیں ہے تو اس سے شرمانا تو اور زیادہ ضروری ہے۔ اسلاف نے شروم وحیا کی خصلت حاصل کرنے اور دل کی دوا کے لیے ان لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کو جن سے شرم آتی ہے، ایک تیر بہدف نسخہ بتایا ہے۔ چنانچہ بعض نے کہا: ’’شرمیلے لوگوں کی صحبت سے اپنی شرم کو زندگی بخشو۔‘‘ بعض نے کہا: ’’اگر اپنے مومن بھائی کی صحبت سے اتنا ہی حاصل ہوجائے کہ اس کی وجہ سے وہ برائی سے رک جائے تو یہ کم نہیں ہے۔‘‘ یعنی نیکوکاروں کی صحبت کی برکت سے تم برائی کا ارتکاب کرنے سے شرماؤ اور یہ چیز تمہیں اس کا ارتکاب کرنے سے باز رکھے۔

(۳) حیاء کی ایک قسم اپنے آپ سے شرمانا ہے جس کا مطلب عفت و پاکدامنی اور خواہشات سے نفس کو محفوظ رکھنا ہے۔ اپنے آپ سے شرمانا، شرم وحیاء کی سب سے بہتر قسم ہے۔ کیونکہ انسان اپنے سے بڑوں سے اور ان سے جن کا رعب وداب، قدر وقیمت اس کی نظروں میں ہوتی ہے سے زیادہ شرماتا ہے۔ لہذا دیکھا جاتا ہے کہ انسان نہ تو بچوں سے شرماتا ہے اور نہ ہی جانوروں سے، بلکہ ان سے شرماتا ہے جو اس کے نزدیک بڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح فرد کے مقابلے گروہ سے زیادہ شرم کرتا ہے۔ اس لئے جب انسان لوگوں سے شرمائے اور اپنے آپ سے نہ شرمائے اور تنہائی میں

برائیوں کا ارتکاب کرے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے نفس کو دوسروں سے زیادہ ذلیل وحقیر سمجھتا ہے۔اسی لیے بعض سلف کا قول ہے: جو شخص برائی کا کام لوگوں کے سامنے نہ کر کے تنہائی میں کرتا ہے تو اسے خود اپنی قدر نہیں ہے۔''اس انسان کی اپنی نظروں میں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

حق بات کہنے ،علم حاصل کرنے ، بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں انسان کو کبھی نہیں شرمانا چاہیے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور صحابۂ کرام کی سیرت میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب حضرت اسامہ بن زید نے جب فاطمہ مخزومیہ کی چوری کی حد کے سلسلے میں سفارش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حیاء اس بات سے مانع نہ ہوئی کہ آپ نے ان کی سفارش ٹھکرا دی اور سخت ناراض ہوتے ہوئے فرمایا: کیا تم اللہ کی قائم کردہ حدوں میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کررہے ہو۔اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔(مسلم)

حضرت ام سلیم انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک مسئلہ پوچھنے میں شرم محسوس نہیں ہوئی بلکہ کہا: بے شک اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرماتا، عورت کو جب احتلام ہوجائے تو کیا وہ غسل کرے گی؟ اس کا جواب دینے میں آپ کو بھی شرم مانع نہ ہوئی بلکہ آپ نے بلا جھجک فرمایا: ہاں جب وہ پانی (منی) دیکھ لے۔(مسلم)

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا تو بھاری بھرکم مہر پر کلام کیا۔ایک عورت نے ٹوکا کہ اللہ تو ہمیں عطا کرتا ہے اور اے عمر! آپ ہم سے اسے روکنا چاہتے ہیں؟ کیا اللہ نے نہیں فرمایا ہے: وَّاٰتَیۡتُمۡ اِحۡدٰٮهُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡهُ شَيۡـــًٔا (اور تم انہیں ایک خزانہ بھی دے دو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو) یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حق بات سن کر قبول کرنے سے شرم مانع نہ ہوئی بلکہ اس کی بات قبول کرتے ہوئے فرمایا: ''اے عمر! تم سے سب لوگ زیادہ سمجھ رکھتے ہیں۔'' (قرطبی)

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں دو چادر پہن کر سمع وطاعت کے عنوان پر خطبہ دے رہے تھے۔ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کوئی سمع وطاعت نہیں، جب تک کہ آپ یہ نہ بتادیں کہ سب کو تو مال غنیمت سے ایک چادر ملی تھی آپ کے پاس دو چادریں کہاں سے آئیں؟ آپ نے اپنے بیٹے کو آواز دی اور کہا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ انہیں اصلیت بتاؤ۔کہا کہ ایک چادر اباجان کی ہے اور ایک چادر جو میرے حصہ میں آئی تھی وہ بھی میں نے ان کو دے دی۔اس شخص نے مطمئن ہوکر کہا: اب میں آپ کی بات سنوں گا۔یہاں نہ تو وہ شخص حق بات کہنے سے شرمایا اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنی انا کا مسئلہ بنایا بلکہ بغیر شرمائے ہوئے حقیقت بیان کردی۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۳ کا)

۱۰۔ منهج النقد فی علوم الحدیث: د/ نور الدین عتر

۱۱۔تیسیر مصطلح الحدیث: د/ محمود الطحان

۱۲۔ توجیه النظر الی اهل الاثر۔ طاهر بن صالح الجزائری ۱۳۳۸ھ

حواشی

(۱۱) علل حدیث اسے کہتے ہیں کہ روایت میں ایسے پوشیدہ اسباب ہوں جو اس میں قدح پیدا کریں، مثلاً منقطع روایتیں متصل، موقوف مرفوع ہوجائیں یا ایک روایت میں دوسری کا تداخل ہوجائے وغیرہ۔

(۱۲) موتلف ومختلف: نام یا القاب یا کنیت یا نسبت کتابت میں یکساں ہوں مگر تلفظ ان کا مختلف ہو۔جیسے ''سلام ،سلّام'' اور ''مِسوَر اور مُسَوَّر، اَلْبَزَّاز، وَالْبَزَّار''

(۱۳) اس میں آپ نے اس کتاب کو تھوڑا تھوڑا کرکے مدرسہ اشرفیہ میں اپنے تلامذہ کو لکھوایا اس تدریجی املاء کی وجہ سے مقدمہ کی وضع وترتیب چنداں بہتر نہ ہوسکی۔ مناسب یہ تھا کہ ابن الصلاح متن سے متعلق امور کو سند کے ساتھ تعلق رکھنے والے مسائل سے الگ تحریر کرتے پھر وہ امور جو سند ومتن دونوں میں مشترک طور پر پائے جاتے ہیں، پھر وہ مسائل زیر بحث لاتے جن کا تعلق حدیث کے تحمل وادا کے ساتھ ہے، پھر راویوں کے اوصاف وشرائط پر جداگانہ اور مستقل باب میں روشنی ڈالتے۔

مآخذ ومراجع: ۱۔السنة ومکانتها فی التشریع الاسلامی، دکتور مصطفی السباعی ۲۔الحدیث والمحدثون، لمحمد محمد ابو زهو

۳۔تدوین السنة النبویة نشأته وتطوره، د/ محمد بن مطر الزهرانی ٤۔ تدریب الراوی فی شرح النواوی۔ جلال الدین السیوطی ٥۔ الرسالة المستطرفة، لمحمد بن جعفر الکتانی

٦۔تیسیر مصطلح الحدیث، د/ محمود الطحان

۷۔منهج النقد فی علوم الحدیث، دکتور نور الدین عتر

۸۔ تاریخ أفکار وعلوم اسلامی، علامه راغب الطباخ

۹۔ حدیث رسول کاتشریعی مقام۔ مصطفی سباعی ترجمه غلام احمد حریری

۱۰۔ تاریخ حدیث ومحدثین۔ ابو زهره مصری ترجمه غلام احمد حریری

۱۱۔ علوم الحدیث فنی وفکری تاریخی مطالعه۔ ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

۱۲۔علوم الحدیث۔ محمد عبیدالله الاسعدی

۱۳۔تاریخ علوم حدیث۔ محمد عمیم الاحسان مجددی

۱٤۔ مطالعه حدیث۔ محمد حنیف ندوی

۱٥۔ معالم السنة النبویة۔ دکتور عبدالرحمن عتر

۱٦۔ علم الرجال واهمیته۔ علامة عبدالرحمن بن یحیی المعلمی ۱۳۸٦ھ

☆☆

محترم المقام! امیر محترم اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث، دہلی السلام علیکم

آپ کے بے پایاں خلوص کا مظہر عید کارڈ پاکر بے حد مسرت ہوئی۔ الحمدللہ! ہر سال آپ کی طرف سے یہ خوشی ملتی ہی رہتی ہے۔ تقبل اللہ منا ومنکم اللہ تعالیٰ آپ کی امارت میں جمعیت کے تمام امور میں برکت دے اور آپ انھیں خوش اسلوبی سے حسبِ معمول انجام دیتے رہیں۔ پچھلے دنوں حیدرآباد میں مسجد توحید (سات گنبد قلعہ) میں آپ کا خطبۂ جمعہ اور پھر ستائیسویں طاق رات کو حافظ جلال الدین کی تفسیر ''ذکر للعلمین'' کی رسم اجرا کے موقع پر آپ کا صدارتی خطاب سننے اور استفادے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے عزائم میں کامیابی عطا فرمائے اور مسلمانوں پر رحم فرمائے۔

ترجمان کے لیے ایک نظم منسلک ہے۔

ممنون کرم

رؤف خیر ۲۰۱۸/۶/۲۹ء

عمرے کے لیے جاتے ہوئے

نور ہی نور رگ و پے میں سمایا ہوگا
آنکھ کعبے پہ دل و ذہن میں کعبہ ہوگا

سنگِ اسود پہ مرے ہاتھ مرے لب ہوں گے
کعبۃ اللہ کا پھر پھیرے پہ پھیرا ہوگا

ربنا آتنا فی الدنیا پڑھوں گا جاکر
جب گزر رکنِ یمانی سے بھی میرا ہوگا

جب مصلے پہ کھڑے ہوکے پڑھوں دو رکعت
ہائے کیسا وہ رکوع اور وہ سجدہ ہوگا

بھوک اور پیاس کا احساس نہ ہوگا کچھ بھی
حلق سے زم زمِ شاداب اترتا ہوگا

دوڑتا پھرتا رہوں گا میں صفا مروہ پر
پاؤں کو درد کا احساس بھلا کیا ہوگا

ملتزم تھام کے رو رو کے دعائیں مانگوں
میرے اللہ ترا در میرا ماتھا ہوگا

حلق اور قصر نمونہ ہے سر افروشی کا
سرکٹا دوں گا اگر سر بھی کٹانا ہوگا

بالیقیں آئے گا وہ روز بھی ان شاء اللہ
میں مدینے میں تو خود مجھ میں مدینہ ہوگا

صفہ و منبر و محراب و ریاض الجنۃ
اک طرف روضۂ اقدس کا نظارہ ہوگا

داد تو خیرؔ ملا کرتی ہے شعروں پہ بہت
خیرؔ انعام یہ عمرے سے بڑا کیا ہوگا

رؤف خیرؔ

ابن احمد نقوی

اے مرد مسلماں

اے وقت کے نخچیر زبوں مرد مسلماں
اے حکمت وعرفاں کی قندیل درخشاں
وہ ہند کا گلشن کہ اندلس کا گلستاں
ہر محفل دانش کا تھا توشمع فروزاں
اس دورمیں کیوں ہوگیا ظلمات بداماں
اے مرد مسلماں

صدیوں سے پسماندہ رہا مالی ہزیمت
ادبار میں توبھول گیا اپنی حقیقت
باطل کے مقابل وہ تراعزم وعزیمت
وہ عہد حکومت وہ تری فکر وبصیرت
اس جوہر بیدار کو کرپھرسے نمایاں
اے مرد مسلماں

اب قصر سیاست میں نہیں ہے ترا مسکن
یہ قصر تواب بن گیا اخلاق کا مدفن
ان زہر کے کانٹوں سے بچا اپنا تودامن
اللہ کے گلشن میں بنا اپنا نشیمن
توصاحب کردار ہے توصاحب ایماں
اے مرد مسلماں

حاصل تھی کبھی تجھ کو زمانے میں قیادت
بخشی تھی تجھے علم نے دنیا کی سیادت
تاریخ بھی دیتی ہے ہمیں اس کی شہادت
غرناطہ وبغداد کی وہ علمی وراثت
افسانہ وافسوں ہو ا وہ دورِ در خشاں
اے مرد مسلماں

کس درجہ ستم گار ہوئی اب قومی سیاست
اب عدل کا معیار بس جبر وجہالت
اس دورمیں پامال ہیں اقدار سعادت
وہ لوگ کہاں جو کریں اس سے بغاوت
اس عہد میں انسان ہو اخودسے پشیماں
اے مرد مسلماں

مسلم کے لئے علم سے نسبت ہے ضروری
تاکہ نہ رہے دین سے دنیا سے یہ دوری
ہر شعبۂ حکومت میں ملے اس کوحضوری
خوش حالی وعزت کی تمنابھی ہوپوری
ہودانش وبینش کا وہ اک نقش نمایاں
اے مرد مسلماں

یہ زندگی انسان کی اک رقص شررہے
کیوں دولت دنیاپہ سدا اس کی نظرہے
بس علم ہی انسان کے لئے لعل وگہرہے
یہ ایک مسافر کے لئے زاد سفر ہے
ہاں علم سے انساں کو عطا ہوتا ہے عرفاں
اے مرد مسلماں

اب علم کی تحصیل ہی عنوان بقا ہے
یہ جہل یہ غفلت توفقط راہ فنا ہے
یہ دور مسلماں کے لئے کرب وبلا ہے
ہردل کویقیں ہے کہ نگہبان خداہے
ہاں دیکھ کہ متزلزل ہوا اللہ پہ ایماں
اے مرد مسلماں

نمونہ فارم مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

ا-پاسپورٹ سائز کے تازہ فوٹو چار عدد۔ایک چپکائیں ۳ ساتھ میں روانہ کریں۔
۲-چپکائے گئے فوٹو پر ادارے کی مہر ضرور لگوائیں۔

دفتر

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

۴۱۱۶،اہل حدیث منزل،اردو بازار،جامع مسجد،دہلی-٦

فون:۲۳۲۷۳۴۰۷ فیکس:۲۳۲۴۶۶۱۳

مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی

فارم درخواست مقابلۂ تجوید وحفظ وتفسیر قرآن کریم

سال:۱۴۳۹ھ-2018ء

(فارم صاف ستھرے لفظوں میں پُر کریں)

نام:............ولدیت:............لقب:............پیشہ:............

مقام عمل:............تاریخ پیدائش:(تاریخ،مہینہ اور سال کی وضاحت کے ساتھ) ہندسوں میں:............لفظوں میں:............

منسلکہ تعلیمی اسناد:............مراسلت کا مکمل پتہ اردو میں (مع پن کوڈ):............

فون:............مراسلت کا مکمل پتہ انگریزی میں (مع پن کوڈ):............فون:............

مقابلہ کے لیے بھیجنے والی تنظیم/ادارہ کا نام وپتہ:............

(تصدیق نامہ، تنظیم/ادارہ کے مطبوعہ لیٹر ہیڈ پر سربراہ ادارہ کے دستخط ومہر کے ساتھ منسلک کریں)............

کیا اس سے قبل کسی ملکی یا غیر ملکی قرآنی مقابلہ میں شرکت کی ہے؟ اگر ہاں تو اس کی تفصیل:............

گزشتہ مسابقہ کے جس زمرے میں شریک ہوئے تھے اس کی وضاحت:............

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اس مقابلۂ قرأت کے کس زمرے میں شرکت چاہتے ہیں؟:............

ا-مکمل حفظ قرآن	۲:-بیس پارے	۳:-دس پارے
۴:-پانچ پارے	۵:-ناظرہ قرآن کامل	٦:-ترجمہ وتفسیر کا تحریری امتحان

اگر بیس یا دس یا پانچ پاروں کے حفظ میں حصہ لینا ہے تو ان پاروں کی وضاحت:............

آپ کس اصول قرأت کے مطابق تلاوت کریں گے؟ حفص/ورش/قالون/الدوری (منتخب کردہ روایت کی نشان دہی کریں)۔............

کیا آپ کا پاسپورٹ تیار ہے؟ اگر ہاں تو اس کی فوٹو کاپی لازما منسلک کیجئے اور پاسپورٹ نمبر لکھئے:............

اقرارنامہ:

مندرجہ بالا معلومات میرے علم ویقین کے مطابق بالکل درست ہیں۔میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقابلۂ قرأت کے قواعد وضوابط کی پابندی کروں گا اور اس کے ہر فیصلہ کو قطعی اور آخری تسلیم کروں گا۔

امیدوار کا نام:............دستخط:............تاریخ:............

تصدیق نامہ (نامزد کرنے والے تعلیمی ادارے یا مسلم تنظیم کے کسی ذمہ دار کا)

میں مذکورہ بالا طالب علم امیدوار کی تصدیق کرتا ہوں:

نام:............منصب:............تصدیق کنندہ کے دستخط:............تاریخ:............

ادارہ/تنظیم:............مہر:............

برائے دفتری امور

ا-یہ درخواست مؤرخہ............کو موصول ہوئی۔

وصول کنندہ کے دستخط:............

۲-برائے زمرہ:............۳-درخواست منظور/نامنظور:............

۴-نامنظوری کی وجہ:............

دستخط سکریٹری مقابلہ کمیٹی:............

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

ساری انسانیت کی ہدایت ورہنمائی اور اصلاح اور اللہ تعالیٰ کے آخری پیغام قرآن مجید سے رشتہ مضبوط کرنے کے لیے

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اپنی نوعیت کا منفرد

اٹھارہواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

بمقام: D-254، اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، نیو دہلی، ۲۵

رجسٹریشن کی آخری تاریخ: 25/ جولائی 2018ء

اغراض ومقاصد

☆مسلمانوں کوزندگی کے تمام امور میں قرآنی تعلیمات پرعمل پیرا ہونے کی ترغیب دینا☆ قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ، اس کے معانی وتفسیر پر فکروتدبر میں دلچسپی پیدا کرنا☆

☆مسلمان بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا ☆امت کو کتاب الٰہی سے وابستہ کرکے دنیاو آخرت میں فوز وفلاح سے ہمکنار کرنا☆

☆حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مدارس میں فن تجوید پر مزید توجہ کی راہ ہموار کرنا☆

خصوصیات

● ہزاروں روپے کے نقد انعامات ● حوصلہ افزائی کے لیے بھی متعدد ومختلف النوع انعامات ● ممتاز حفاظ وقراء کے لیے بین الاقوامی مقابلہ قرآن میں نامزدگی کا امکان ●

● ملک بھر میں ۲۵ سال سے کم عمر کے حفاظ وقراء وطلباء کے لیے نادر ونایاب موقعہ

مقابلے کے زمرے

اول: حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	دوم: حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
سوم: حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	چہارم: حفظِ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
پنجم: ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	ششم: سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کا تحریری امتحان

ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ ۲۸/ جولائی ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اور اس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۱۷ھ ترجمہ مولانا جوناگڑھیؒ کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔ ☆امیدوار کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مقررہ پاروں کا حافظ ہو اور احکام تجوید وقرأت سے بھی واقف ہو، احکام تجوید کے سوالات کا عملاً جواب دے سکے، قرأتِ سبعہ میں سے کسی ایک قرأت کے مطابق تلاوت کرے، جس کا واضح اندراج فارم داخلہ میں کرنا لازمی ہے۔ ☆ایک قاری کو صرف ایک ہی زمرہ میں شرکت کی اجازت ہوگی۔

اہم وضاحت: اگر کسی زمرے کے لیے پانچ سے کم امیدوار اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی پہنچے تو مرکزی جمعیت اس زمرے کا مقابلہ منعقد کرنے سے معذور ہوگی۔

شرائط شرکت مسابقہ

❶ مقابلہ میں شرکت کی درخواست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقررہ فارم پر ہی دی جائے گی۔ (ناگزیر حالات میں مقررہ فارم کی فوٹو کاپی استعمال کی جاسکتی ہے) ❷ شرکت کے متمنی قاری کی عمر ۲۵ سال سے زائد نہ ہو ❸ امیدوار کا شمار ملک کے مشہور پیشہ ور قراء میں نہ ہوتا ہو۔ ❹ اس سے پہلے وہ کسی بین الاقوامی مقابلۂ حفظ وقرأت میں حصہ نہ لے چکا ہو ❺ مرکزی جمعیت کے کسی مقابلے کے شریک قاری کو اس زمرے میں یا اس سے نیچے کے زمرے میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی جس میں وہ پہلے بھی حصہ لے چکا ہو۔ ❻ مقابلے میں شرکت کی مکمل درخواست، انعقاد مقابلہ سے چار روز قبل دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو موصول ہونا لازمی ہے بصورت دیگر درخواست رد کردی جائے گی ❼ حفظ قرآن اور تجوید واحکام کی قابل قبول سند یا تصدیق نامہ کی فوٹو کاپی درخواست کے ساتھ منسلک ہو اور اصل اپنے ساتھ لائے۔ ❽ مقابلے میں شرکت کی نامزدگی کسی دینی تعلیمی ادارے یا معروف مسلم تنظیم کی جانب سے ہونی چاہیے ❾ اصولِ تجوید وقرأت سے ناواقف امیدوار کو مقابلے سے خارج کردیا جائے گا۔

☆ زمرۂ پنجم (ناظرہ قرآن مکمل) میں حفظ کررہے طلبہ کو شرکت کی اجازت نہ ہوگی۔

ان شاء اللہ نقدانعامات کے علاوہ دیگر انعامات بھی دیئے جائیں گے
نیز دیگر شرکاء کے لیے بھی کچھ تشجیعی انعامات ہوں گے۔

عام وضروری شرائط

(۱) مقابلے کی شرائط اور درخواست فارم بذات خود ڈاک ٹکٹ بھیج کر دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے طلب کئے جاسکتے ہیں۔ نیز صوبائی جمعیات کے دفاتر سے بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

(۲) اس مقابلے میں شرکت کے امیدوار اپنے جملہ اخراجات سفر کے ذمہ دار خود ہوں گے۔

(۳) امیدواروں کے دوروزہ قیام وطعام کا بندوبست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے کیا جائے گا بشرطیکہ اس کی اطلاع چارروز قبل مرکزی جمعیت کو مل چکی ہو۔

(۴) قیام گاہ جانے سے قبل اپنی آمد کا اندراج لازماً مکمل کرائیں۔ موسم کے مطابق بستر ساتھ لائیں۔ جمعیت اس سلسلے میں تعاون سے معذور رہے گی۔

(۵) نابینا امیدوار کے ہمراہ آنے والے ایک صاحب کی ضیافت کی ذمہ داری بھی مرکزی جمعیت قبول کرے گی۔

(۶) غیر امیدوار افراد یا ساتھ آنے والے افراد ۶۰ روپے یومیہ کا کھانے کا کوپن حاصل کر کے ناشتہ، ظہرانہ اور عشائیہ کی سہولت حاصل کرسکتے ہیں۔

(۷) قواعد وضوابط اور فارم میں مذکورہ شرائط کی تکمیل کرنے والے امیدوار ہی شرکت کے مجاز ہوں گے۔

ملاحظہ: اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے ناظم مقابلہ کمیٹی سے ہرروز (علاوہ اتوار) شام ۴ بجے سے ۶ بجے تک بذریعہ فون یا شخصی طور پر رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

درخواست فارم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org پر دستیاب ہے شرکت کے خواہشمند طلبا اسے فری ڈاؤن لوڈ کرسکتے ہیں۔

ضروری معلومات نیز فارم حاصل کرنے کے لیے فوراً رابطہ قائم کریں

مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۶

فون: 011-23273407 فیکس: 011-23246613 ای میل: jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

ذبیح اللہ خان جامعی میسوری

بموقع ۳۴ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس

قیام امن میں علماء اہل حدیث کا کردار

الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه والصلاة والسلام على اشرف الأنبياء والمرسلين أما بعد: بسم الله الرحمن الرحيم

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (الانعام:۸۲) جولوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک) ظلم سے مخلوط نہیں کئے یہی لوگ ہیں جن کو امن ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

اللہ رب العالمین جو خود السلام ہے اللہ احکم الحاکمین کا پسندیدہ دین، دین اسلام ہے جو ایک عالم گیر مذہب ہے جو امن وشانتی سکون وطمانیت والا مذہب ہے اس اسلام کے پیروکار و متبعین امن وسلامتی کے خوگر ہیں اور بطور خاص اس امن وشانتی والے مذہب کے اہل علم علماء حق نے روئے زمین پر امن وسکون اور شانتی کے لئے ہر دور میں جدوجہد اور کوشش کی ہے اور کرتے بھی آرہے ہیں اور امن وسکون کو ختم کرنے والی اشیاء کی روز اول سے ہی مذمت کی اور اس کے خاتمہ کے لئے انتھک کوششیں کیں اسلام خود اسلامی معاشرہ میں اعلی اقدار کو برپا کرنے اور اس کے اندر صحیح فہم وادراک پیدا کرنے کا خواہاں ہے۔ اسلام انسانی زندگی کو اقتصادی، سیاسی، ثقافتی، معاشی اور اجتماعی ہر لحاظ سے منظم کرتا ہے۔ حدود وقوانین اور اصول وضوابط کے دائرے میں رہتے ہوئے آزادی فکر عطا کرتا ہے اور یہی امن سکون، طمانیت کا منبع ہے اس میں اخوت ومساوات کا درس ہے ایثار وقربانی کا علمبردار ہے۔ دہشت وخوف کے تمام تر مشاکل کا حل موجود ہے۔ اسلام کا دامن امن نہایت وسیع ہے جس کی تعلیمات پوری قوم بلا تفریق قوم ومذہب وملت کے سب کے لئے یکساں ہے۔ اس لئے اسلام امن اپنے اندر جو درد مسلمانوں کے لئے رکھتا ہے وہی درد غیر مسلموں کے لئے بھی رکھتا ہے۔ اسی لئے امن وشانتی کے پیامبر سید الانس والجن محمد رسول اللہ ﷺ کو پوری انسانیت کے لئے رحمت (امن وسکون والا بنا کر) مبعوث کیا گیا۔ فرمان الٰہی ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہم نے آپ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ پوری نسل انسانیت کے لئے سراپا رحمت تھے اور رہتی دنیا تک تمام لوگوں کے لئے رحمت وامن ہی ہوں گے اور آپ ان کے ہادی ورہنما بھی تھے اور آپ کی رسالت بھی عام تھی اللہ کا فرمان ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الاعراف:۱۵۸) آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں، جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اس رسول امن کی لائی ہوئی تمام تعلیمات امن وسکون اور روئے زمین میں طمانیت وسکینت کا اعلی ترین مظہر ہیں۔ اس تعلیمات کی چند جھلکیاں پیش کی جارہی ہیں۔ جس سے روئے زمین پر امن وسکون قائم ہے اور ہوسکتا ہے۔ ان تعلیمات کے بغیر امن وسکون اور شانتی کا خیال بھی ناممکن ہے اور امن کو پہچاننے کے لیے اس کے مخالف اشیاء کو جاننا ضروری ہے جیسا کہ تعرف الاشياء باضدادها۔

۱۔ توحید جو اسلام کی اساس ہے۔ اسی توحید کے ماننے اور اس کے مطابق زندگی گذارنے اور اس کی نشر واشاعت، دعوت وتبلیغ کرنے اور اس کے لئے انتھک جدوجہد کرنے میں ہی امن ہے۔ توحید ہی امن وسکون اور شانتی کا ذریعہ ہے اور اسی توحید کی تعلیم اور اس کی نشر واشاعت اور اس کی دعوت دینے کے لئے تمام انبیاء ورسل اور ان کے متبعین، صحابہ وتابعین، ائمہ دین وسلف صالحین اور علماء کرام خاص کر علماء اہل حدیث نے اس میں نمایاں کردار ادا کیا ہے کیونکہ یہ امن کی راہ ہے اس کے بغیر امن ناممکن ہے۔

اللہ رب السلام کا فرمان ہے: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (الانعام:۸۲) جولوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک) ظلم سے مخلوط نہیں کئے یہی لوگ ہیں جن کو امن ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں یعنی جنہوں نے اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لئے عبادات کو خالص کیا اور اس کے ساتھ ذرہ برابر بھی شرک نہیں کیا۔ یہی لوگ امن والے یا امن میں ہوں گے۔ اس کے برعکس شرک ہی ظلم عظیم ہے امام بخاری اور امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہما نے سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب آیت مذکورہ کا نزول ہوا تو صحابہ کرام پر بہت گراں گزری تو انہوں نے رسول ﷺ سے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ہم میں سے کس نے اپنے آپ پر ظلم نہیں کیا؟ تو اس آیت کا نزول ہوا یا دوسرے الفاظ یوں ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: انه ليس الذى تعنون! الم تسمعوا ما قال العبد الصالح اس سے مراد یہ نہیں کہ کیا تم نے وہ بات نہیں سنی جو اللہ کے نیک بندے (لقمان علیہ السلام) نے کہی تھی۔ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لمقان:۱۳) اے میرے پیارے بیٹے اللہ کے ساتھ شرک مت کرنا بے شک شرک تو بڑا (بھاری) ظلم ہے۔

شرک جو کہ خاتمہ امن وسکون، شانتی وطمانیت ہے شرک کے اور اس کے جملہ ذرائع سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بڑی باریک بینی کے ساتھ شرک اور اس کے تمام اجزاء واقسام کو واضح انداز میں کھول کھول کر بیان فرمایا کیونکہ شرک روئے زمین کے امن وسکون کو ختم کرنے والی سب سے بڑی، خطرناک شئی ہے جس سے

سارے انبیاء ورسل نے ڈرایا دھمکایا اور وعیدیں سنائیں اور ان کے متبعین نے بھی وہی کام کرتے آرہے ہیں اس ضمن میں علماء سوء کے مقابلے میں علماء حق نے پوری روئے زمین میں اس کے خلاف اعلان جنگ کیا، الگ الگ طرح سے محنتیں کیں، تڑپ اٹھے شرکیہ اعمال کے خاتمہ کے لئے، جیسی جیسی اور جو جو صلاحیتیں اللہ نے عطا کی تھیں اسی طرح سے پوری محنت ولگن اور اپنی جان ومال اور اہل وعیال کی پرواہ کئے بغیر کوشش جاری رکھی اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس ضمن میں صحابہ وتابعین، ائمہ دین، سلف صالحین، ان کی زندہ وپائندہ مثالیں ہیں۔ علماء حق میں سارے ہی اس فہرست میں شامل ہیں پر ایک دو کا تذکرہ کروں تاکہ داعیان دین کے لئے ہمت افزائی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے مملکت سعودی عرب جس کی بے شمار خصوصیات ہیں آج اور اس سے پہلے مملکت عربیہ خالص توحید کی آبیاری کی کوششوں میں لگا ہوا ہے۔ ساتویں صدی ہجری کا تاریخی اور تابناک دور تھا احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن خضر بن محمد حرانی دمشقی جو شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور ہوئے اور جن کو علامہ ابن تیمیہ کے نام سے دنیا یاد کرتی ہے۔ ۱۰/۱۲ ربیع الاول ۶۶۱ھ دوشنبہ کے دن ترکستان کے مشہور شہر حران میں پیدا ہوئے اس وقت تاتاریوں کا ظلم وستم عروج پر تھا ۶۶۷ھ میں والد ماجد پورے کنبہ کے ساتھ دمشق روانہ ہو گئے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا زمانہ پرآشوب وپرفتن تھا۔ دینی، فکری، سیاسی، اعتقادی، عقیدہ وایمان کے اعتبار سے معاشرہ عرب بالکل زوال کے دہانے پر تھا۔

معاشرہ میں خون خرابہ عام تھا فساد کی انتہا کو پہنچا تھا۔ امن وسکون کے لئے کوئی سوچتا نہ تھا ایسے پرآشوب وپرفتن دور میں جبکہ تاتاریوں نے امن وسکون کو تباہ کر دیا تھا جنہوں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی اور دہشت وہیبت کا عالم یہ تھا کہ مسلمانوں میں حملہ آوروں کے خلاف مزاحمت کا حوصلہ بھی نہ تھا چونکہ وہ اسے اللہ کا عذاب تصور کرتے تھے جس سے کوئی مفر نہیں تھا اس لئے اس قدر پست حوصلہ ہو چکے تھے کہ ایک بار ایک تاتاری سپاہی نے ایک مسلمان کو قتل کرنے کے لئے زمین پر دے مارا لیکن اس کے پاس خنجر نہیں تھا اس نے مسلمان سے کہا کہ میں اپنے خیمہ سے خنجر لے کر آتا ہوں تم اس وقت تک اسی حالت میں پڑے رہو چنانچہ وہ اس مسلمان کو چھوڑ کر چلا گیا لیکن اس مسلمان شخص میں اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ اٹھ کر بھاگ جاتا کافی دیر کے بعد وہ اپنے کام وکاج کر کے وہ وحشی تاتاری آیا اور اس مردہ روح مسلمان کو ذبح کر دیا۔ العیاذ باللہ

ان ناگفتہ بہ حالات میں تاتاریوں کے خلاف علم جہاد بلند کر رکھا تھا۔ ایمان وعقیدہ کا حال اس سے بھی زیادہ خراب تھا مسلمان اپنے دین وایمان کو بھول کر عقائد اسلامیہ سے بے پرواہ ہو کر رسوم وتقالید اور شرک وبدعات کو اصل دین بنا رکھا تھا اور توہم پرست عوام اور خواہشات نفس کے بندوں نے شعبدہ بازیوں کو کرامات وعلامات کو ولایت وللّٰہیت کا نام دے رکھا تھا اور ایسے بدعقیدگی وخالص دین سے دور امن وسکون سے کوسوں دور پرفتن دور میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے شرکیہ اعمال کے خاتمہ کے لئے بڑی بڑی کوششیں کی ہیں اور اہل تصوف واہل بدعت آپ کے خلاف حکام وقت کو مسلسل اکساتے اور بیجا شکایات پہنچایا کرتے تھے جس کے نتیجہ میں آپ کوئی بار جیل جانا پڑا۔

۲۲/رجب ۷۲۰ھ کو دارالسعادہ میں ایک مجلس کی تین طلاق پر آپ کو اپنے مسئلہ سے رجوع ہونے کو کہا گیا اور آپ کے رجوع نہ ہونے کی صورت میں آپ کو قلعہ میں پانچ ماہ اٹھارہ دن کے لئے قید کر دیا گیا پھر سلطان مصر رکن الدولہ کے حکم سے ۱۰/محرم ۷۲۱ھ کو رہا کر دیا گیا۔

شرک وبدعات کے خاتمہ کے لئے ۷۲۱ھ میں قبروں کی زیارت کے لئے رخت سفر باندھنے کے بارے میں آپ نے چند سال قبل اسی سلسلہ کی ایک تحریری فتوی لکھا تھا۔ مخالفین کو کہیں سے یہ تحریر مل گئی اور انہوں نے اس میں من مانی تحریف کر کے آپ کے خلاف حاکم وقت کو اکسایا بلکہ کچھ لوگوں نے آپ کے قتل کی اجازت بھی مانگی لیکن حاکم وقت نے اجازت نہ دی البتہ اسی سال ۶ شعبان ۷۲۱ھ کو شاہی فرمان کے تحت آپ کو قلعہ میں طلب کیا گیا۔ ۱۰ شعبان بروز جمعہ جامع مسجد دمشق میں شاہی فرمان پڑھ کر سنایا گیا اور آپ کو فتویٰ دینے سے منع کر دیا گیا۔ پھر ۱۵ شعبان کو نائب سلطان کے فرمان کے بموجب آپ کے اصحاب وتلامذہ کی ایک جماعت کو بھی قید کر دیا گیا پھر چند دنوں کے بعد آپ کے شاگرد رشید امام ابن القیم کے علاوہ باقی لوگوں کو رہا کر دیا گیا۔ آخر کار انہی کی محنتوں وکاوشوں سے شرک وبدعات کا خاتمہ ہوا۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان التمیمیؒ جو شہر عیینہ میں ۱۱۱۵ھ میں پیدا ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور امام ابن القیمؒ کی تحریروں سے خوب استفادہ کرتے ہوئے شرک وبدعات کے خاتمہ اور توحید کی تعلیمات سے منور ہو کر امن وسکون کی راہ ہموار کرنے پر گامزن رہے۔

جزیرہ عرب میں جس وقت شاہ عبدالعزیز نے متفرق قبائل کی شیرازہ بندی کی طرف توجہ دی۔ اس وقت معاشرے میں چوری، ڈاکہ زنی، قتل وغارتگری اور دیگر غیر شرعی امور رگ وپے میں رچ بس گئے تھے حد یہ تھی کہ دنیا کے اطراف واکناف سے آنے والے حجاج کرام بھی ان سینہ زوریوں سے محفوظ نہ تھے اتنا ہی نہیں بلکہ حد تو یہ تھی کہ امن وسکون کی عظیم عبادت گاہوں میں بے شمار غیر اسلامی امور اور معاشرہ میں رسومات شرکیہ، قبر پرستی، قبہ پرستی اور بے شمار مشرکانہ عقائد کھلے عام جاری وساری تھے۔ بیت اللہ جو کہ اتحاد امت کی سب سے بڑی نشانی ہے اس کے اندر مختلف اسلامی فرقے ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں وغیرہ ادا کرنے کے روادار نہ تھے۔ الگ الگ ائمہ کے مصلے بنے ہوئے تھے۔

ان حالات میں اللہ رب العزت نے شاہ عبدالعزیزؒ کو توفیق اور ہمت دی اور شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ کی دعوتی جدوجہد اور شاہ عبدالعزیز کے مالی تعاون نے جزیرہ عرب میں پھر سے شرک وبدعات کا خاتمہ کر کے اور ائمہ اربعہ کے الگ الگ مصلوں سے آزاد کر کے ایک امام کی اقتداء میں نماز ادا کرنے اور خالص توحید اور امن

وسکون کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے جگہ جگہ دعوتی سنٹرس قائم کئے اور یہ سلسلہ جاری رکھا گیا ہے۔

اس ملک ہندوستان میں اہل بدعت اور علماء سوء کی طرف سے شاہ عبدالعزیز آل سعود، عبدالوہابؒ کے تعلق سے سعودی حکومت محمد بن عبدالوہاب کی تحریک کے خلاف پروپیگنڈے واجتماعات ویسے تو پورے ہندوستان میں ہورہے تھے مگر شہر لکھنؤ میں اس بارے میں کچھ زیادہ ہی اجتماعات ہوئے۔اس سلسلہ کا ایک اہم اجلاس بنام مسلم حجاز کانفرنس ۲۵، ۲۶ستمبر ۱۹۲۶ء میں جمعیت خدام الحرمین کی سرپرستی میں منعقد کیا گیا جس میں اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی درخواست کی گئی کہ مکۃ المکرّمہ ومدینۃ الرسول ﷺ کو شاہ عبدالعزیز آل سعود کے ہاتھوں آزاد کرانے کے لئے متحدہ موثر کارروائی کی جائے اور جب تک وہ علاقہ حجاز سے نکل نہیں جاتے اس وقت تک حاجیوں کو سفر حج کے لئے مکہ جانے نہ دیا جائے اور اس مکہ سے تمام کو روکا جائے (روزنامہ ہمدرد، دہلی شمارہ ۳ستمبر ۱۹۲۶ء ص ۵)

جبکہ اللہ کا عظیم ترین گھر، کعبۃ اللہ، امن ہی کی جگہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى (البقرہ:۱۲۵) اور جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لئے بار بار لوٹ کر آنے اور امن کی جگہ بنایا ہے اور (حکم دیا کہ) تم مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔

امام ابوجعفر رازی نے ربیع ابن انس سے اور انہوں نے ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے کہ اس گھر (کعبۃ اللہ) کو ہم نے دشمن سے امن پانے کی جگہ بنادی ہے کہ اس میں ہتھیار کو نیچے رکھ دیا جائے گا۔زمانہ جاہلیت میں بھی لوگوں کو خانہ کعبہ کے گردو پیش سے اچک لیا جاتا تھا مگر جو یہاں آجاتے وہ امن میں داخل ہوجاتے ہیں اور انھیں کوئی کچھ نہیں کہتا تھا (الدرالمنثور ا/۲۲۲ تفسیر الطبری ا/۷۴۳) مجاہد، عطاء، سدی، قتادہ اور ربیع ابن انس سے مروی ہے کہ جو اس میں داخل ہوجائے وہ امن میں ہوجاتا ہے (تفسیر ابن ابی حاتم ا/۲۲۵) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اور اپنے خلیل کی دعاء کو بھی جو انہوں نے کی تھی شرف قبولیت سے نواز دیا تھا یعنی:

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ (ابراھیم:۳۷۔۳۹) اللہ تعالیٰ بیان فرمارہا ہے کہ اس نے اپنے خلیل کی دعاء کو شرف قبولیت سے نوازا اور بیت اللہ کو اس قدر امن چین وسکون کا گہوارہ بنادیا ہے کہ جو اس میں داخل ہوجائے وہ امن میں داخل ہوجاتا ہے خواہ کتنا بھی بڑا جرم کرکے کیوں نہ آیا ہو اور بیت اللہ کو یہ اعزاز اس کے معمار اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شرف کی وجہ سے حاصل ہوا۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَي النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران:۹۶) بے شک پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لئے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکے میں ہے بابرکت اور جہاں کے لئے موجب ہدایت، اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہوا اس نے امن پالیا (المصباح المنیر تفسیر ابن کثیر)

اس عظیم ترین امن والے گھر کعبۃ اللہ سے اس ملک میں روکا گیا تو علماء اہل حدیث کمر بستہ ہوئے۔بہرحال ان جلسوں اور اجتماعات نیز ان کے اندر منظور ہونے والی تجاویزات کا تھوڑا بہت اثر ہوا، ہندوستان کی فضا مزید مکدر ہوئی اور ''تحریک التوائے حج'' کو کامیاب بنانے کے لئے حجاز مقدس کی بابت غلط پروپیگنڈوں کا سہارا لیا گیا، لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی، جب شاہ عبدالعزیز کا دور شروع ہوا تھا تو حالات حجاز میں ہر پہلو سے سدھار ہوتی جارہی تھی اس لئے حقیقت سامنے آجانے کے بعد مانعین حج کی انتھک کوششوں کے باوجود زائرین حرم کو فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے آمادہ کیا گیا، اس تحریک التوائے حج کے خلاف اہل حدیث عالم دین مولانا محمد یونس بن حاجی فیض احمد خان شیروانی، جنہوں نے ہندوستان وحجاز کے بڑے بڑے علماء اہل حدیث سے تعلیم حاصل کی، کتاب وسنت کے بڑے پابند تھے اور افراد اہل حدیث کا بہت خیال رکھتے تھے (تراجم علماء اہل حدیث ۲۰۷ تا ۲۰۹) اس تحریک التوائے حج کے خلاف لوگوں کو خوب سمجھایا اور بتلایا کہ یہ کعبۃ اللہ عظیم ترین امن وچین کا گہوارہ ہے۔

اس تحریک کو ناکام بنانے میں مولانا محمد یونس شیروانی نے نمایاں کردار ادا کیا چنانچہ فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے آپ نے جہاں حجاج کرام کے اولین قافلہ کے ساتھ رخت سفر باندھا وہیں التوائے حج کی اسلام دشمن تحریک چلانے والے (علی برادران، مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی) اور بعض دیگر سیاسی علماء وزعماء تھے اور سعودی حکومت کی مخالفت کرنے والے توحید دشمن عناصر کی تردید ومذمت اور حج کی استطاعت وخواہش رکھنے والے لوگ کی ہمت افزائی کے لئے آپ نے روزنامہ ''زمیندار'' لاہور اور ہفت روزہ ''اخبار اہل حدیث'' امرتسر کے ذریعہ اپنے سفر حج کا اعلان بھی فرمادیا۔(تراجم علماء اہل حدیث ہند)

اس تحریک ''التوائے حج'' کو ناکام بنانے کے لئے مولانا نواب صدیق حسن بھوپالی (متوفی ۱۳۰۷) نے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب اور شاہ عبدالعزیز آل سعود کی خدمات کے اعتراف میں کئی مضامین کتب کثیر میں لکھ ڈالی ہیں مثلاً اتحاف النبلاء یا ترجمان وہابیہ وغیرہ میں پائی جاتی ہیں:

مولانا عبداللہ غزنوی (متوفی ۱۲۹۸) مشہور خاندان غزنویہ کے جدامجد ہیں میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے جید تلامذہ، نیز کبار علماء اہل حدیث میں آپ کا شمار

ہوتا ہے۔ائمہ اسلام، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ امام ابن قیم رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام محمد ابن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی کتابوں کی روشنی میں اپنے اولاد واحفاد کی تربیت کی اور امن والی اس بستی مکہ سے لوگوں کو جوڑنے کے لئے کوشش کی ہیں اسی طرح مولانا محمد بن ابراہیم جونا گڑھی (متوفی ۱۹۴۲ء) نے امن وامان وقیام امن کے لئے بے شمار کتابیں لکھی ہیں، شرک وبدعت کی تردید کے لئے اپنی پوری زندگی وقف کردی۔ مختلف اسلامی موضوعات پر ساٹھ سے زائد کتابیں لکھی ہیں، تفسیر ابن کثیر، ابن قیمؒ کی اعلام الموقعین خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔رسومات سے ہٹا کر خالص توحید کی طرف لانے کے لئے محمدیات کے نام سے سارے کتب سپرد قلم کئے ہیں مثلا توحید محمدی ۱۳۴۴ میں دہلی سے اس وقت شائع کیا جب مزارات اور قبوں کے انہدام پر برصغیر میں اہل نجد کے خلاف تحریک چلائی گئی تھی، اس کے علاوہ انصار محمدی اسی سال قبلہ محمدی اس کتاب میں حدیث ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان کی صحیح تفسیر وتشریح کی ہے اور نجد کی لغوی وشارحین حدیث کے اقوال نقل کئے ہیں۔مملکت محمدی ۱۹۳۶ء کی تالیف حج محمدی ۱۹۲۶ء، برات محمدی ۱۹۲۵ء وغیرہ شائع کرتے رہے تاکہ اصل حقیقت واضح ہوسکے۔کتاب وسنت کی تعلیم وتبلیغ اور نشرواشاعت ہو۔

علماء اہل حدیث میں حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶) کے خانوادے نے خالص توحید کی نشرواشاعت، جو امن وامان کا پیغام ہے ان کے تمام فرزندوں نے اصلاحی تحریکیں اور تحریک اہل حدیث سے وابستہ ہوکر امن وامان سکون وطمانیت کے پیغام کو عام کیا۔ان میں ایک مولانا محمد اسماعیل شہید ابن شاہ عبدالغنی ابن حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۲۴۶) نے رسومات شرکیہ کے خاتمہ کے لئے امن وامان وسکون کی فضاء کو بحال کرنے کے لئے وعظ کا دور، گلی کوچوں میں، شاہراہوں پر، مریدین کے گھروں میں چلنے لگا۔جامع مسجد کی سیڑھیاں تو مرکزی دارالارشاد تھیں، جہاں روزانہ تذکیر ہوتی ہے، یہاں سے بڑے حضرت صاحب (مولانا عبدالعزیز محدث) بھی وعظ فرمایا کرتے تھے۔میری تقریر تو اسماعیل نے لے لی اور تحریر رشید الدین نے لی۔(تواریخ عجیبہ تراجم علماء اہل حدیث) گناہ سے انسانی زندگی میں خرابی اور فساد آتا ہے اور فساد فی الارض کا سبب بھی، گناہ اور زناکاری وبدکاری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے فساد آتا ہے ان گناہوں میں مبتلا یا اسکا شکار کرنے والوں کو اگر برائی سے روکا جائے تو امن وامان وسکون زمین میں برپا ہوگا۔اسی فکر وتڑپ کو لے کر مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی کے زنان بازاری گئے۔مدرسہ رحیمیہ کے صدر دروازہ پر تشریف فرماتے تھے۔سامنے سے جوانی وحسن میں ڈوبی ہوئی، چہرے کھولے ہوئے، سجی ہوئی سبیلوں پر سوار عورتیں ہیں، پوچھا کون ہیں یہ عورتیں؟ کہا گیا کہ یہ مسلمان کسبی عورتیں ہیں جو اپنی ہم پیشہ کے ہاں جشن نوروز میں شرکت کے لئے جارہی ہیں۔مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ تڑپ اٹھے اور کہا جب یہ مسلمان عورتیں ہیں تو ہماری بہنیں نہیں ہیں کیا؟ خداوندتعالیٰ ہم سے نہیں پوچھے گا کہ اس قدر مسلمان عورتیں بدکاری اور زناکاری میں گرفتار تھیں اور تم نے ان کو نصیحت نہیں کی۔اس واسطے اب میں ان کے مکان پر جاکر ان کو نصیحت کروں گا۔ دوستوں نے ہر چند منع کیا مگر شوق کب مانتا تھا۔شب کو فقیرانہ لباس پہن کر ان کے دروازے پر جا پہنچے اور دستک دی او اللہ والیو، او اللہ والیو۔خادمہ دوڑی ہوئی آئی، تم کون ہو؟ فرمایا فقیر صدا سنائے گا اور تماشا دکھائے گا۔وہ اپنے ساتھ لے گئی، آپ نے مالکہ کو دریافت کیا، معلوم ہوا بالاخانے پر مہمانوں کے ساتھ جشن نوروز منارہی ہیں آپ وہیں تشریف لے گئے، ہر چند حال فقیرانہ مگر دہلی کے بے باک وبے تاج بادشاہ کو کون نہیں پہچانتا تھا۔مسند پیش کرکے تمام عورتوں فرش پر بیٹھ گئیں۔قرآن پڑھنا شروع کیا، سب ہوش وخرد کھوبیٹھیں، وعظ شروع ہوا۔دنیا کی بے ثباتی کا حال بیان فرمایا، پھر عذاب قبر سے تخویف، قیامت کی سختیاں، ان کے علاوہ زنا کی ہولناک سزاؤں کا ذکر کیا۔آخر میں نکاح کی فضیلت پر رغبت دلائی، تمام علاقے میں شور برپا ہے کہ آج میاں اسماعیل رنڈیوں کے ہاں وعظ کررہے ہیں۔نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں ۲۹ رنڈیوں نے نکاح کرلئے اور جو عمر رسیدہ تھیں انہوں نے محنت ومشقت سے بسراوقات کرنا پسند کرلیا۔اس جشن کی مالکہ کوہستان میں غازیوں کے گھوڑوں کا دانہ پیسا کرتی تھی۔(ترجمان اہل حدیث ۱۵۹) معلوم بدکاری وزناکاری سے روئے زمین پر فساد فی الارض برپا ہوتا ہے اور ملک کا ریاستوں کا پورے زمین کا امن فساد میں بدل جاتا ہے۔آج بھی ہمارے ملک میں امن چاہتے ہیں تو زناکاری کی جو سزا ہے اور جرائم کے مرتکب کو سزاؤں کا اسلام نے جو اعلان کیا ہے اس کو نافذ کرنے سے ہی ملک میں اور پورے زمین میں امن برقرار ہوگا۔

اسلام کی ساری تعلیمات امن وسکون، چین والی زندگی گزارنے کے لئے کافی ہیں اسی اسلام نے عدل کے قیام کا حکم دیا کیونکہ قیام عدل قیام امن ہے تمام انسانوں کو ان کے حقوق کی ادائیگی ہی قیام امن کا ذریعہ ہے۔

فارغین مدارس اور امن: درس وتدریس سے قوم کے نونہالوں کو زیور علم سے آراستگی زمین میں امن کے قیام کا اہم ترین ذریعہ ہے کیونکہ جہالت فساد فی الارض ہے تو علم اس جہالت کو دور کرنے کا ذریعہ اس کی نشرواشاعت کرنے والے افراد کو مدارس اسلامیہ ہی پیدا کرسکتے ہیں۔اس میں سب سے بڑا کردار مدارس اہل حدیث کا ہی ہے اس لئے علماء اہل حدیث قیام امن کے لئے روز اول ہی سے کوشاں رہے ہیں، ملک میں مختلف مسالک کے افراد کے تئیں امن کی راہ بحال کرنے کے لئے ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علماء ہند کا قیام عمل میں لایا گیا جس میں موسسین وبانیوں میں سے ایک، امن وسکون کا دشمن، جھوٹا نبوت کا دعوادار غلام احمد قادیانی کو کیفر کردار تک پہنچانے والے فاتح قادیان انجمن اہل حدیث پنجاب کے ناظم اعلیٰ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ تھے۔اس کے علاوہ مسلم پرسنل لاء، ندوۃ العلماء، ملی کونسل وصداء اتحاد وغیرہ میں بھی علماء اہل حدیث کا کردار آج بھی رہا ہے۔

اسلام جو امن وسکون والا مذہب، اس پر اعتراضات وڈاکہ زنی کرنے والوں کے

خلاف مناظرہ کا مورچہ سنبھال رکھا تھا، چاہے وہ ختم نبوت کے تحفظ کا معاملہ ہو یا آریہ مذہب کے اعتراضات اسلام پر ہوں یا عیسائیوں کے اعتراضات اسلام پر ہو۔ اس طرح کہ دیگر تمام معاملات میں اس دور کے علماء اہل حدیث نے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

سرزمین ہند میں روز اول سے ہی قیام امن، چین وسکون اور آزادی اور اطمینان بخش زندگی کے لئے علماء اہل حدیث نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ قیام امن وآزادی کے لئے سارے علماء اہل حدیث کا جتنا بھی تذکرہ بھی کیا جائے اتنا ہی کم ہے چاہے وہ میاں نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا عبداللہ غزنوی، مولانا نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، مولانا بشیر سہسوانی، مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی، مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی، مولانا شاہ محمد اسحاق احمد دہلوی، مولانا محمد بن یوسف سورتی، مولانا محمد بن ابراہیم جونا گڈھی، فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبدالحق محدث دہلوی، مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا احمد اللہ محدث پرتاپ گڈھی، مولانا ابومسعود خاں قمر بنارسی، مولانا اسماعیل غزنوی، مولانا محمد داؤد غزنوی اور پورا خاندان غزنویہ مولانا شاہ اللہ محدث دہلوی، مولانا شاہ اسماعیل شہید، مولانا سید احمد بریلوی، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ڈپٹی سید احمد حسن، مولانا عنایت علی، مولانا ولایت علی اور پورا خاندان صادقپور، مولانا ابوالکلام آزاد ، سید مبارک محدث بلگرامی، میر عبدالجلیل بلگرامی، محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، عبیداللہ غلام حسن سیالکوٹی، مولانا عبدالجبار شکراوی، مولانا عبداللہ شکراوی، مولانا شرف الدین دہلوی، قاضی سلیمان منصور پوری ،مولانا عبدالوہاب محدث دہلوی، مولانا اسماعیل سلفی ، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، حافظ عبداللہ بہاولپوری، مولانا محمد صادق سیالکوٹی، حافظ عبدالستار دہلوی، رحمہم اللہ اجمعین ان کے علاوہ علماء اہل حدیث مدرسہ رحیمیہ ،مدرسہ احمدیہ آرہ، دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ، دارالحدیث رحمانیہ دہلی، جامعہ محمدیہ عربیہ رائیدرگ، جامعہ دارالسلام عمرآباد، جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر، جامعہ سلفیہ بنارس، جامعہ محمدیہ مالیگاؤں منصورہ بنگلور، مدرسہ اسلامیہ فیض عام مئو، مدرسہ دارالحدیث اثریہ مئو، مدرسہ عالیہ مئو، مدرسہ ریاض العلوم دہلی، ان کے علاوہ سارے ہی مدارس اہل حدیث کے فارغ التحصیل علماء اہل حدیث نے ہمیشہ قیام امن کے لئے ہر دور میں کوشش کرتے آرہے ہیں اور کرتے رہیں گے اس کے علاوہ اپنے ملک اور پورے عالم میں جہاں بھی کوئی خون خرابہ، فساد ولڑائی ملکی وعالمی سطح کے لئے نقصان دہ ودہشت برپا کرنے والی تنظیموں وجماعتوں کے خلاف مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور اس کی تمام صوبائی، ضلعی ومقامی اکائیوں میں ان کے خلاف اجتماعات وسیمینار منعقد کر کے اس کے سدباب اور خاتمہ کے لئے قوم کے لوگوں کو اس کی خطرناکیوں سے آگاہ کرتے آرہے ہیں تاکہ امن وسکون برقرار رہے وللہ الحمد۔

دہشت گردی اور علماء اہل حدیث: ساری دنیائے انسانیت ہر دور میں دین ودھرم اور ملت ومذاہب پر ایمان ویقین رکھتی رہی ہیں، اور اس کی پیروی کو دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی اور اطمینان وسکون اور امن وشانتی اور اخوت ومحبت، آپسی میل وجول اور غمخواری وہمدردی کا ضامن مانتی ہے اسلام ایک خود امن پسند مذہب ہے، اس کے ماننے والے بھی امن پسند ہوا کرتے ہیں اور اسلام میں ناحق قتل انسانی کو پوری انسانیت کے قتل سے تشبیہ دی ہے۔ فرمان الٰہی ہے: مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (المائدۃ:۳۲)

جو شخص کسی کو قتل کر دے سوائے اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد کرنے والا ہو تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا یعنی جو شخص کسی کو قصاص یا زمین میں خرابی کی سزا وغیرہ کے کسی سبب کے بغیر قتل کرے اور بغیر کسی سبب اور جرم کے اس کے قتل کو حلال سمجھے تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔

اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں علماء اہل حدیث نے اس شخص کے بارے میں جس نے تخریبی عمل اور فساد فی الارض کا مرتکب ہو جس سے امن وامان خطرہ میں پڑ جائے، بایں طور کہ جان ومال، نجی یا عوامی جائیدادوں پر حملے کئے ہوں جیسے عمارتوں، مساجد، مدارس، اسکولوں، ہسپتالوں، کارخانوں، پلوں، اسلحہ خانہ، پانی کے ٹینکوں، بیت المال کی عام آمدنی کے ذرائع کو تباہ کر دیا یا جہازوں وغیرہ کو اڑا دیا، یا ان کو اغوا کر لیا تو ایسے شخص کی سزا قتل ہے (مجلہ اسلامی فقہ شمارہ ۲۔ ۱۸۱)

دور حاضر کا ایک عظیم فتنہ جو روئے زمین کے امن وسکون، خوشحالی وہنستی ہوئی بستیوں کو تباہ کرنے والا پورے عالم میں بالخصوص مسلم ممالک اور ہمارے ملک ہندوستان کے لئے ناسور بنا ہوا ہے، وہ فتنہ دہشت گردی ہے جس کے خلاف علماء اہل حدیث ہند وعرب نے وقتاً فوقتاً ایسی تمام دہشت گرد تنظیموں اور ان کے ملحق ومعاون افراد کے خلاف فتاوی، اجلاس وسیمینار منعقد کرتے آرہے ہیں۔ دہشت گردی کے خلاف مرکزی جمعیت اہل حدیث کا اجتماعی فتوی جس میں دھماکے، تخریبات، اغوا، قتل ،خودکش حملے، ہوائی جہاز ہائی جیک اور مسافروں کو تباہ کرنا، بس ہائی جیک کرنا، سرکاری وپرائیویٹ جائیدادوں کو نقصان پہنچانا وغیرہ کا شریعت اسلامیہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے، اس کی بہت کڑی مذمت کی گئی تھی یہ فتوی ۱۱/ مارچ ۲۰۰۶ کو جاری کیا گیا۔

سعودی سپریم علماء کونسل بتیسویں سیمینار ۱۲/ محرم تا ۱۸/ محرم ۱۴۰۹ھ طائف میں منعقد کی گئی اس سیمینار کا موضوع تھا ''تخریبی واقعات'' اور اس کے علاوہ سعودی کے شہر ریاض کے علیا محلّہ میں شاہراہ کے پاس ۲۰/ جمادی الثانی ۱۴۱۶ء بروز سوموار علی الصبح بم دھماکوں سے بے قصور انسانوں کی جانیں گئیں، چند افراد زخمی ہوئے، پرامن شہریوں میں خوف طاری ہوا اور مسافرین خوفزدہ ہوئے اس کے خلاف بھی سپریم کونسل علماء سعودی عرب نے فتوے دیئے اور اس کے خلاف سخت مذمتی اجلاس وقرار دادیں پیش کی گئیں اس کے علاوہ صوبے الخبر شہر میں ہونے والے دھماکہ سے متعلق بھی سپریم علماء کونسل نے دسویں ہنگامی اجلاس طائف میں ۱۳/ صفر ۱۴۱۷ھ بروز ہفتہ منعقد ہوا جس میں ۹/ صفر ۱۴۱۷ کو الخبر میں ہونے والے دھماکوں کی کڑی مذمت کی

گئی اورفتوی صادر کیا تھا اورایسی تمام تنظیموں ودہشت گرد جماعتوں سے افراد کودور رہنے کی تاکید کی گئی کیونکہ یہ لوگ اسلام کو بدنام کرنے والے اورزمین کے امن وامان وسکون کو برباد کرنے والے ہیں۔

امام عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے ۷/ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ بروز سوموارشام کے وقت مکۃ المکرّمہ میں ہونے والے دھماکے کی مذمت کی اوراسے عظیم ترین گناہ اور بدترین جرم قرار دیا ہے، کیونکہ امن والے گھر بیت اللہ کے حجاج کرام کوڈرانے اورامن وامان کوتباہ کرنے اورشہر حرام (مکۃ المکرّمہ) کی حرمت کوپامال کرنے اوراسے بندوں پرسراسر ظلم قرار دیا ہے (مجموعہ فتاوی ومقالات للسماحۃ الشیخ لابن باز رحمہ اللہ)

ورلڈٹریڈسنٹر پرحملہ کے موقع پرسعودی عرب کے مفتی عام شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل شیخ حفظہ اللہ جوصدر سپریم علماء کونسل وادارہ ریسرچ وافتاء تھے جنہوں نے امریکہ میں ہونے والے ان حادثات وجہازوں کو اغوار کرلینے وغیرہ اور مامون ومطمئن لوگوں کوڈرانے اور بے قصورلوگوں کو مارنے کوسراسر ظلم اور بغاوت قرار دیا جس کی شریعت اسلامیہ اجازت نہیں دیتی ہے اوریہ کام حرام اور گناہ کبیرہ ہے علاوہ صالح بن محمد للحیدان نے بھی اس مذمت میں فتاوی دیا اوراس کی سخت الفاظ میں مذمت بھی کی ہے امام محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اور دیگر علماء کرام نے بھی اسی طرح کی جدوجہد کرتے آرہے ہیں۔

جب بھی دہشت گرد تنظیموں نے ہمارے ملک میں یا دنیا میں امن وسکون برباد کرنے کی کوشش کی اورقتل وغارت گری عام کی توسب سے پہلے علماء اہل حدیث، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اورتمام صوبہ جات کی صوبائی جمعیت اہل حدیث اکائیوں کے بینر تلے یہ واضح کردیا گیا کہ دہشت گرد اسلام قرآن اوراحادیث کے دشمن ہیں اورمسلمانوں کا دوردور تک بھی دہشت گردسے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جیسا کہ سن ۲۰۰۴ میں سب سے پہلے امن کانفرنس منعقد کی اورسختی سے تمام دہشت گردی کارد کیا اور ۲۰۰۶ کی ابتداء میں دہشت گردی مخالف کنونشن منعقد کیا اور ۲۰۱۶ میں بھی داعش وغیرہ کے بھی خلاف آواز اٹھائی اوراس کے خلاف فتاوے صادر کئے اس کے خاتمہ اورقوم کوان تمام افراد وتنظیموں سے دور رہنے کی تاکید کی گئی کیونکہ یہ تمام کے تمام امن وامان اوراسلام کے دشمن ہیں وللہ الحمد۔ اللہ ہم تمام مسلمانوں کوامن وامان قائم کرنے اوراس کے لئے جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مراجع ومصادر

القرآن الکریم، المصباح المنیر، تفسیر ابن کثیر، تاریخ اہل حدیث، عقیدہ اہل حدیث، تحریک اہل حدیث، تراجم علماء اہل حدیث، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، دہشت گردی کے خلاف علماء اہل حدیث کے فتاوے، سیرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت اور علماء اہل حدیث کی مساعی

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۰ کا)

اللہ کی اپنے بندوں پروسعت اوررحمت ہے۔ وللہ الحمد **مسئلہ**: یہاں ایک ایسے مسئلہ کا ذکر کردینا مناسب ہے جس کے بارے میں سوال کیا جاسکتا ہے۔ وہ یہ کہ اگر حج تمتع کرنے والا عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد سفر کرجائے تو کیا اس سے ہدی دینا ساقط ہوجائے گا؟

● ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سے ہدی دینا کسی حال میں ساقط نہ ہو گا، خواہ اس نے اپنے گھر کا سفر کیا ہو یا کسی دوسری جگہ کا۔ اس لیے کہ ہدی کے وجوب کے دلائل عام ہیں۔ ● علماء کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ متمتع اگر عمرہ کے بعد قصر کی مسافت تک سفر کرجائے اور پھر دوبارہ احرام باندھ کر حج کرنے کے لیے واپس آجائے تو وہ مفرد ہوجائے اور اس سے ہدی معاف ہوجائے گا۔ ● اور بعض علماء کی رائے ہے، جن میں عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کے صاحبزادہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، ان کے نزدیک اگر اس نے اپنے گھر کا سفر کیا، پھر دوبارہ حج کا احترام باندھ کر واپس آگیا تو وہ مفرد ہوگا اور اس پر ہدی دینا لازم نہ ہوگا۔ اور اگر گھر کے علاوہ کہیں دوسرے مقام کا سفر کیا ہے، مثلاً مدینہ، جدہ اور طائف وغیرہ تو وہ متمتع ہی رہے گا اور اس کی ہدی دینا ہوگا۔ چنانچہ بظاہر دلائل کے اعتبار سے یہی مسلک زیادہ واضح اور صحیح معلوم ہوتا ہے کہ حج وعمرہ کے درمیان سفر کرنے سے انسان تمتع کے حکم سے خارج نہیں ہوگا اور اس پر ہدی دینا واجب ہوگا۔ اگر وہ حج اور عمرہ کے درمیان مدینہ، طائف یا جدہ جیسے شہروں کا سفر کرتا ہے تو وہ متمتع ہی رہے گا اور اس پر ہدی دینا واجب ہوگا۔ اور اگر اپنے بال بچوں کے پاس سفر کیا پھر میقات سے احرام باندھ کر واپس آیا تو وہ مفرد ہوگا جیسا کہ حضرت عمر اور ان کے صاحبزادہ عبداللہ رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہے۔ اس لیے کہ اس نے اپنی بیوی بچوں تک سفر کے ذریعہ حج اور عمرہ کے درمیان انقطاع کردیا۔

بہرصورت اس مسئلہ میں ایک مومن کے لیے احوط طریقہ یہ ہے کہ اگرچہ اس نے اپنی بیوی بچوں تک کا سفر کیا تھا پھر بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کے اختلاف سے بچتے ہوئے ہدی دے دے۔ اسی طرح جن لوگوں نے سفر کے لیے حدود قصر کی شرط لگائی ہے انہیں بھی چاہیے کہ تمام اختلافات سے بچ کر احتیاط کا راستہ اختیار کریں اور ہدی دے دیں اور سنت کی مکمل پیروی کریں۔ اگر ہدی دینے کی طاقت ہے تو یہی بہتر اور افضل ہے۔ اور اگر اسے اس کی طاقت نہ ہو تو حج میں تین دن اور اپنے گھر لوٹنے کے بعد سات دن روزہ رکھے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ - بقرہ:۱۹۶﴾ پس جو تم میں سے حج کے ساتھ عمرہ کا فائدہ اٹھائیں انہیں جو ہدی میسر ہو دیں۔ اگر ہدی میسر نہ ہو تو تین دن ایام حج میں اور سات دن گھر لوٹ کر کل دس روزے رکھیں۔ ☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

(۱)

عرب یمنی علمی خاندان کے چشم و چراغ رافع عبدالرحمٰن عرب کا سانحۂ ارتحال

دہلی، ۲؍جولائی ۲۰۱۸ء۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے اخبار کے نام جاری ایک بیان میں ضلعی جمعیت اہل حدیث بھوپال کے سابق امیر اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس شوریٰ کے رکن نیز سابق کارکن صدر دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند جناب محمد رافع عبدالرحمٰن عرب کے سانحۂ ارتحال پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے جو یکم جولائی ۲۰۱۸ء کو بعد عصر شہر بھوپال میں مختصر علالت کے بعد بعمر ۸۸ سال انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف کا تعلق ہندوستان میں مقیم علامہ خلیل عرب وعلامہ محسن یمانی کے مشہور یمنی علمی خانوادہ سے تھا جس کی بیش بہا علمی ودینی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ ایک بہت ہی متواضع مخلص انسان تھے۔ دین کی خدمت کا جذبہ رکھتے تھے اور بھلائی کے کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ موصوف صوبائی جمعیت اہل حدیث مدھیہ پردیش کے مؤسسین میں سے تھے۔ وہ ایک عرصہ تک ضلعی جمعیت اہل حدیث بھوپال کے امیر اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ دیگر ملی تنظیموں کی سرگرمیوں میں بھی وہ دلچسپی سے حصہ لیتے تھے۔ تعمیر ملت نامی ادارے کے صدر کے عہدے پر بھی وہ فائز رہے۔ اصول وضوابط کے بہت ہی پابند تھے۔ وہ جب بھوپال میونسپل کارپوریشن کے ڈپٹی کمشنر کے عہدے پر رہتے ہوئے ملازمت سے ریٹائر ہوئے تو انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے صدر دفتر میں آفس سکریٹری کے عہدے کے لیے پیش کش کی گئی جسے انہوں نے جماعت کی خدمت کے جذبے سے بخوشی قبول فرمایا اور دفتر کو منظم کرنے میں پوری دلجمعی سے کام کیا لیکن چند سال خدمات انجام دینے کے بعد کچھ گھریلو مجبوریوں کے تحت وہ واپس بھوپال تشریف لے گئے اور بقیہ زندگی وہیں گزاری۔ پریس ریلیز کے مطابق پسماندگان میں ایک لڑکا اور چار لڑکیاں ہیں۔ نماز جنازہ وتدفین گیارہ بجے شب عمل میں آئی۔

اخباری بیان کے مطابق امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز وامیر صوبائی جمعیت مدھیہ پردیش مولانا عبدالقدوس عمری ودیگر ذمہ داران نیز کارکنان نے موصوف کے پسماندگان ومتعلقین سے قلبی تعزیت کی ہے۔ اور وہ دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں سے درگذر فرمائے، حسنات کو شرف قبولیت بخشے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے نیز پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

(۲)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اٹھارہواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم ۲۸-۲۹؍جولائی کو دہلی میں مدارس اسلامیہ میں کافی جوش وخروش، پورے ملک سے بڑی تعداد میں فارم موصول ہورہے ہیں

دہلی: ۱۲؍جولائی ۲۰۱۸ء۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام ۲۸-۲۹؍جولائی ۲۰۱۸ء کو اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی میں منعقد ہونے والے اٹھارہواں دوروزہ آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کے سلسلے میں مدارس اسلامیہ وجامعات میں کافی جوش وخروش پایا جارہا ہے اور پورے ملک سے پُر کئے گئے فارم بڑی تعداد میں موصول ہورہے ہیں۔ رجسٹریشن کی آخری تاریخ ۲۵؍جولائی ۲۰۱۸ء مقرر کی گئی ہے۔ یہ جانکاری مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی نے اخبار کے نام جاری ایک بیان میں دی۔

انہوں نے کہا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ہر سال آل انڈیا مسابقہ حفظ و تجوید وتفسیر قرآن کریم بڑے تزک واحتشام کے ساتھ منعقد کرتی ہے تاکہ مسلمانوں کے اندر قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ اور اس کے معانی وتفسیر پر غور وتدبر کا شوق پیدا ہو، ان کی زندگی کو قرآنی تعلیمات سے ہم آہنگ ہو اور نئی نسل کے اندر مسابقتی ذوق بیدار ہو۔ الحمدللہ اس مسابقہ کے خاطر خواہ مفید اثرات مرتب ہورہے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ چونکہ قرآن کریم ساری انسانیت کی فلاح وبہبود، رشد وہدایت، خیر وفلاح، یکجہتی و بھائی چارہ اور امن وشانتی کا سرچشمہ ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس کی تعلیمات عام ہوں تاکہ ساری دنیا بلاتفریق مذہب وملت اس سرچشمہ ربانی سے فیض یاب ہوسکے۔ موجودہ حالات میں اس مسابقہ کی اہمیت وضرورت اور معنویت دو چند ہوگئی ہے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اللہ کے پیغام امن وسلامتی اور ابدی فلاح وکامرانی کو عام کرنے کے لیے مساعی صرف کررہی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اس مسابقہ کی خصوصیت کہ اس میں بلاتفریق مسلک حفاظ کرام و طلبائے مدارس وجامعات شریک ہوتے ہیں۔

ناظم عمومی نے کہا کہ طلبہ کی آسانی کے لیے نیچے دیئے گئے فون نمبر 011-23273407 پر بھی رجسٹریشن کی سہولت رکھی گئی ہے۔ مسابقہ میں شرکت کے متمنی طلباء اس نمبر پر بھی فون کرکے اپنا نام اور زمرہ مسابقہ درج کراسکتے ہیں۔

واضح رہے کہ اس مسابقہ کے کل چھ زمرے ہیں۔ پہلا زمرہ مکمل حفظ وتجوید قرآن کریم، دوسرا زمرہ حفظ وتجوید قرآن کریم بیس پارے، تیسرا زمرہ حفظ وتجوید قرآن کریم دس پارے، چوتھا زمرہ حفظ وتجوید قرآن کریم پانچ پارے، پانچواں زمرہ ناظرہ قرآن کریم کامل اور چھٹا زمرہ ترجمہ وتفسیر قرآن کریم کا ہے۔ ہر زمرے میں اول دوم سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ نقد انعام کے علاوہ توصیفی سند اور دیگر ہدایا سے نوازے جائیں گے۔ اسی طرح مسابقہ کے تمام شرکاء کو توصیفی سند اور ہدیے دیئے جائیں گے۔ مسابقہ کی تفصیلات اور فارم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مرکزی وذیلی دفاتر، جریدہ ترجمان اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org سے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

جماعتی خبریں

ضلعی جمعیت اہل حدیث اتر دیناجپور مغربی بنگال کی زیر نگرانی حج تربیتی کیمپ میں امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کی آمد : مورخہ: ۸-۷/جولائی ۲۰۱۸ء بروز اتوار ضلعی جمعیت اہلحدیث اتر دیناجپور مغربی بنگال کی جانب سے مدرسہ مفتاح العلوم بلاسپور ضلع اتر دیناجپور کے احاطے میں ایک روزہ ’’حج تربیتی کیمپ‘‘ منعقد ہوا، جس کی صدارت مولانا غیاث الدین ریاضی (امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث اتر دیناجپور) ومولانا عبدالمجید فیضی (جوائنٹ سکریٹری ضلعی جمعیت اہل حدیث اتر دیناجپور) حفظہما اللہ نے کی جب کہ نظامت کا فریضہ مولانا واحد الرحمٰن اثری ومولانا علی آزاد البخاری المدنی نے انجام دیا اور اس پروگرام میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند دہلی کے امیر محترم فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی السّلفی حفظہ اللہ نے شرکت کی۔ ساتھ ہی مہمان اعزازی کے طور پر صوبائی جمعیت اہلحدیث بہار کے ناظم اعلیٰ مولانا انعام الحق المدنی حفظہ اللہ اور ضلعی جمعیت پورنیہ کے امیر اور صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار کے نائب امیر مولانا محمد رضوان السّلفی حفظہ اللہ بھی تشریف فرما رہے۔

امیر محترم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند فضیلۃ الشیخ مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے اپنی گوناگوں مشغولیات کے باوجود جمعیت کی دعوت پر لبیک کہا اور مولانا انعام الحق مدنی صاحب کی معیت میں سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے مذکورہ مقام پر پہونچے اور حجاج کرام کے روبرو ہوئے جہاں ضلعی جمعیت کے تمام ذمہ داران ودیگر سامعین نے معزز مہمانوں کا پرتپاک خیر مقدم اور پرجوش استقبال کیا۔ بعد ازاں پروگرام کا آغاز حافظ ابوذر صاحب کی تلاوت سے ہوا پھر مولانا واحد الرحمٰن اثری حفظہ اللہ نے عازمین حج کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے ان کے سامنے پروگرام کے اغراض ومقاصد کو بیان کیا۔ بعدہ مولانا ابوالقاسم السّلفی پرنسپل جامعہ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا، بوڑیہان نے قبولیت عمل کے شرائط اور مولانا غیاث الدین سلفی استاذ جامعہ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا، بوڑیہان نے استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے کی قباحت کو بیان کیا۔ اس کے بعد مدعووین مقررین اور مہمانان عظام کی تقریر شروع ہوئی۔ سب سے پہلے مولانا انعام الحق بخاری مدنی استاذ جامعہ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا، بوڑیہان نے عمرہ کے طریقے کو زبانی وعملی پیش کیا۔ موصوف کے بعد مولانا حسیب الرحمٰن مدنی متعلم الجامعۃ الاسلامیہ فی مرحلۃ الدکتورہ نے حج کے مفصل طریقے کو قولاً وعملاً پیش کیا۔

پھر ضلعی جمعیت اہلحدیث اتر دیناجپور مغربی بنگال کے جوائنٹ سکریٹری اور ہدی ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے چیئرمین مولانا مطیع الرحمٰن شیث محمد مدنی نے امیر محترم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا اور بتایا کہ مرکزی جمعیت میں اس قدر زیادہ اور بہتر کام کبھی بھی نہیں ہوا۔ ساتھ ہی مولانا نے صوبائی جمعیت اہلحدیث مغربی بنگال کے امیر مولانا محمد اسحاق مدنی و ناظم صوبائی جمعیت اہلحدیث مغربی بنگال مولانا سجاد حسین کے حق میں دونوں کی عدم موجودگی کے باوجود شکر وسپاس پیش کیا اور کہا کہ مغربی بنگال میں ان دونوں حضرات کے ذریعہ جمعیت کا کام مزید مستحکم ہو رہا ہے۔ بعدہ امیر محترم کا پرمغز خطاب ہوا جس میں انہوں نے حج کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اسے تمام عبادتوں میں افضل اور جامع قرار دیا اور ان کو بہترین نصیحتوں اور حج کی مقبولیت سے متعلق بیش قیمت باتوں کی تلقین کی۔ نیز عازمین حج کو اس اہم رکن کی ادائیگی کی ترغیب دیتے ہوئے حدیث کے الفاظ ’’رجع کیوم ولدته امه‘‘ کی عمدہ وضاحت فرمائی۔

پھر حج میں عمومی طور پر سرزد ہونے والی غلطیوں کی نشاندہی ڈاکٹر منصور عالم مدنی (رکن جمعیۃ التوحید التعلیمیہ) نے کی جبکہ مولانا انعام الحق مدنی ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار نے حج کی نیت میں سرزد ہونے والی غلطیوں اور دوران حج کتاب وسنت کے مخالف وجود پذیر امور کو بیان کیا اور مولانا تنویر ذکی مدنی (رئیس جمعیۃ الہند التعلیمیۃ) نے حج میں جانے سے قبل اور اس سے لوٹنے کے بعد واقع ہونے والی غلطیوں کو اجاگر کیا۔ پھر مولانا محمد رضوان السّلفی نے حجاج کرام میں پائی جانے والی چند مروجہ رسموں کو بیان کیا اور خصوصاً حج کے تعلق سے علماء احناف کی کتابوں اور ان کی تحریروں سے اجتناب کرنے کی بھرپور تاکید فرمائی، اس موقع پر مولانا عبدالرحمٰن العادل مدنی مالدہ، مولانا مرشد مدنی، مولانا حسیب الرحمٰن فیضی، مولانا محمد ابراہیم سعید ریاضی، مولانا مطیع الرحمٰن عمری، مولانا نوشاد عالم، مولانا موسیٰ مدنی، مولانا نذیر حسین سنابلی ودیگر علمائے کرام بھی شریک رہیں۔

اخیر میں ضلعی جمعیت اہل حدیث اتر دیناجپور کے جوائنٹ سکریٹری مولانا عبدالمجید فیضی نے اپنے صدارتی کلمات سامعین کے سامنے رکھنے کے بعد مجلس کے اختتام کا اعلان فرمایا۔ اس دوران امیر محترم ودیگر مہمانان نے پروگرام شروع ہونے سے قبل مدرسہ تحفیظ القرآن بیکوڑ کی زیارت فرمائی اور پروگرام ختم ہونے کے بعد مزید چند اداروں معہد فہیمیہ الاسلامی للبنات بیلاسپور ومعہد حفصہ موہن پور کی زیارت کرتے ہوئے اخیر میں ہدی ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ بوڑیہان کو زیارت کا شرف بخشا اور ٹرسٹ کے جملہ امور اور کارکردگی کا جائزہ لیتے ہوئے ذمہ داران ٹرسٹ کے کارناموں کو سراہا اور بلند ہمتی کی وصیت کی۔ امیر محترم نے اس سفر میں معہد القرآن والسنہ کے عظیم الشان اجلاس کی صدارت کی اور صدارتی خطاب فرمایا۔ (ترتیب و پیشکش: مولانا معین الحق محمد اسلام فیضی، استاذ جامعہ امام البانی رحمہ اللہ، بوڑیہان)

ایک روزہ حج تربیتی کیمپ: زیر اہتمام: صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ، عازمین حج ۲۰۱۸ء کو نہایت مسرت کے ساتھ مطلع کیا جاتا ہے کہ بتاریخ: ۲۰۱۸/ ۷/ ۸ بروز اتوار بمقام مدرسہ فیض العلوم پونہانہ روڈ شکراوہ میں ایک روزہ حج تربیتی کیمپ منعقد کیا جا رہا ہے۔ جس میں مناسک حج وعمرہ نیز سفر حج سے متعلق تمام شرعی، قانونی واخلاقی ضابطوں کی معلومات فراہم کی جائے گی۔ ان شاء اللہ

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد ہارون سنابلی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اس پروگرام کے مہمان خصوصی ہوں گے۔ نیز فضیلۃ الشیخ مولانا اظہر مدنی حفظہ اللہ بطور ٹریزا اپنی خدمات پیش فرمائیں گے۔ بلاتفریق مسلک ومنہج عازمین حج سے شرکت کی درخواست ہے۔ مہمانوں کے لئے قیام وطعام اور مستورات کے لئے پردہ کا معقول انتظام ہے۔ پروگرام صبح نو بجے سے شام پانچ بجے تک چلے گا۔ (المعلن: ڈاکٹر عیسیٰ خاں انیس، امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ)

☆☆☆